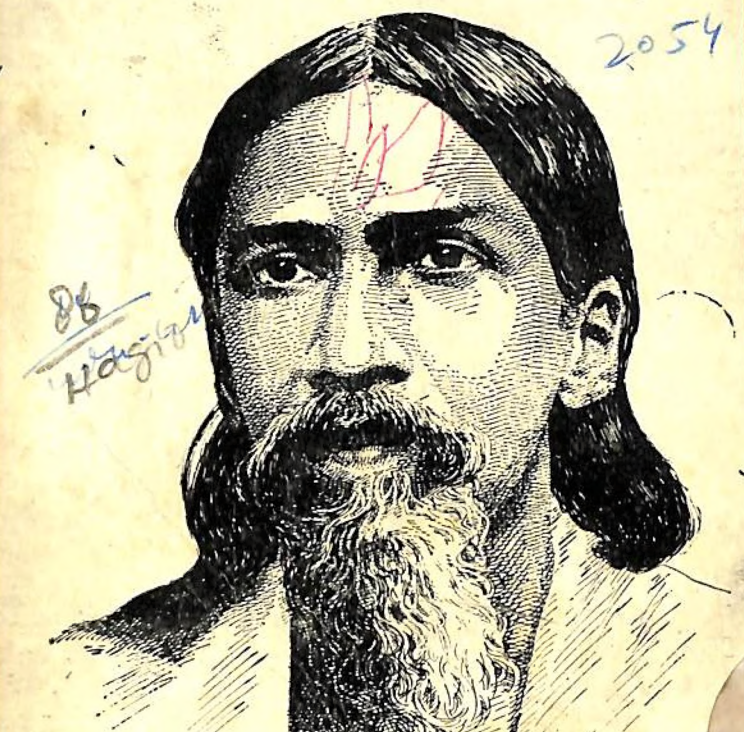
قومی سوانح حیات کا سلسلہ

شری اروبندو

نواجاتا



نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

شری اروبندو

زندگی میں معنویت کی تلاش نے بالآخر مصنف کو پانڈیچری پہنچا دیا۔ جہاں وہ سنہ ۱۹۵۲ء میں اپنی کامیاب تجارت کو چھوڑ جا بسے بحیثیت جنرل سکریٹری اور ٹریژرار، شری نوا جاتا (پیدائش سنہ ۱۹۲۲ء) شری اروبندو سوسائٹی اور اروول سے بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں، اروول ایک بین قومی بستی ہے جو انسانی اتحاد، عظمت اور انسانی مسرت کے آدرشوں کی تکمیل کے لیے وقف ہے۔

مصنف، شری اروبندو کی جیات، ان کی تصانیف، تصورات اور تعلیمات کی تشریح و توضیح کے کام میں عملی طور پر مصروف ہیں۔

قومی سوانح حیات کا سلسلہ

شری اروبندو

مصنفہ

نواجاتا

مترجم

اشفاق حسین

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا
نئی دہلی

نومبر ۱۹۷۳ء (اگھیراینا ۱۸۹۵)

Original title: SRI AUROBINDO

قیمت چار روپے پچاس پیسے

تقسیم کار:-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳۔ علی گڑھ ۲

ڈائرکٹر نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا A-5 گرین پارک، نئی دلی 16 نے لبرٹی آرٹ پریس
(پروپرائٹر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) دریا گنج دہلی 6 میں چھپوا کر شائع کیا۔

یہ کتاب "مدر" کے نام معنون کی جاتی ہے

فہرست

اظہارِ تشکر

مصنف دلی شکر گزار ہے اپنے بہت سے دوستوں ، نولینی کانت گپتا ، امل کرن ، جوئی میڈلوک ، میری آلڈرج اور ایم شیوا داس کا جنھوں نے نہ صرف اپنے مفید مشوروں سے نوازا بلکہ کتاب کی تیاری میں مدد بھی کی ۔ مصنف جناب ایم ، پی ، پنڈت کا خاص طور سے ممنون ہے جنھوں نے اپنی کتاب DICTIONARY OF SRI AUROBINDO'S YOGA سے اقتباسات کے استعمال کی اجازت دی ۔

پیش لفظ

ہزاروں لوگ جو پانڈیچری آشرم آتے ہیں ماحول کی اس پرسکون کیفیت میں سرخوشی کے انداز میں ڈوب جاتے ہیں۔ یہ کیفیت زیادہ تر اصل عمارت پر چھائی رہتی ہے، جہاں 'مدر' مقیم ہیں۔ اس عمارت کے دالان میں شری اروبندو کی سمادھی ہے جس پر ایک بہت بڑا درخت ہے، اس درخت کا نباتاتی نام (Peltophorum ferrugineum) ہے اور یہ ۳۵ فٹ بلند ہے، مدر نے اس درخت کو "شجرِ عبادت" کا نام دے رکھا ہے اور یہ سمادھی پر قدرتی چھت کا کام دیتا ہے، اس کے اطراف میں معتقد اور زائرین مراقبہ کرتے ہیں۔ کچھ تو الوہی شعور کے لیے اور کچھ ذہنی اور قلبی سکون کے لیے دھیان جمائے بیٹھتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دنیاوی غموں اور پریشانیوں کو شری اروبندو کے چرنوں میں ڈال کر ان سے دست گیری کی التجا کرتے ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا مگر ہر ایک کو ملتا اتنا ہی ہے جو جتنا لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مدر کا کہنا ہے "شری اروبندو ہمیں چھوڑ کر نہیں گئے ہیں، وہ یہاں موجود ہیں زندہ اور ہمیشہ کی طرح موجود۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اُن کے کام کی تکمیل میں پورے خلوص، شوق اور مکمل توجہ اور لگن کے ساتھ لگے رہیں"۔ اور پھر مدر نے کہا "بھگوان تم نے آج صبح یقین دلایا ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس وقت تک رہوگے جب تک کام تکمیل نہیں پاتا۔ اور وہ محض شعوری طور پر نہیں بلکہ باعمل حرکی موجودگی کے ساتھ

تم نے کھلے طور سے وعدہ کیا ہے کہ تم اپنے وجود تمام کے ساتھ یہاں رہوگے اور اس وقت تک ارضی ماحول کو نہیں چھوڑو گے جب تک کہ کائنات نہ بدل جائے۔ ہماری عرض قبول ہو کہ ہم اس مافوق العادت موجودگی کے لائق بنیں اور ہمارا سارا وجود اس عزم کے لیے وقف رہے کہ ہم اعلیٰ ترین کام کی تکمیل کے لیے پوری تندہی اور لگن کے ساتھ مصروف رہیں۔"

شری اروبندو نے اپنے جسدِ خاکی کو ۵ ردسمبر ۱۹۵۰ء کی صبح کی اوّلین ساعتوں میں (ایک بج کر ۲۶ منٹ) چھوڑا۔ ان کی نعش کو ایک آسمانی نور نے لپیٹ لیا تاکہ اس کی ہیئت بگڑنے نہ پائے۔ اس طرح نعش کو ساڑھے چار دن سے بھی زیادہ عرصہ تک اسی طرح رکھا گیا اور ان کے فانی جسم کو ۹ ردسمبر ۱۹۵۰ء کی سہ پہر کو سمادھی میں اتارا گیا۔ سنگِ مرمر کی اس سمادھی پر جو ہمیشہ خوبصورت پھولوں سے ڈھکی رہتی ہے، ذیل کے الفاظ کندہ ہیں:

"تم جو ہمارے پروردگار کا مادی ظہور تھے! تمھارے حضور ہم اپنے لامحدود جذبات احسان مندی پیش کرتے ہیں، تمھارے حضور جس نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا۔ جس نے ہمارے لیے محنت کی، جدوجہد کی، مصیبتیں سہیں، آرزوئیں کیں، غرض سب کچھ برداشت کیا۔ تمھارے حضور جس نے سارے عزائم کے جامے بُنے، ساری کوششیں کیں اور اپنے آپ کو تیار کیا اور سب کچھ ہمارے لیے حاصل کیا۔ تمھارے حضور ہم اپنا سر جھکاتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ ہم ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی یہ بھول نہ سکیں کہ یہ سب کچھ تمھاری ہی دین ہے۔"

فطری طور پر سوال یہ اٹھتا ہے کہ شری اروبندو نے کس طرح سارے عزائم کیے، ساری کوششیں کیں۔ اپنے آپ کو تیار کیا، اور ہمارے لیے یہ سب کچھ حاصل کیا؟

اس سوال کا جواب آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ شری اروبندو نے کہا ہے "کوئی

میری زندگی کے بارے میں لکھ نہیں سکتا کیونکہ وہ سطح پر نہیں تھی کہ لوگ اسے دیکھ سکتے"۔ مگر سطح پر جو کچھ تھوڑے سے بھی آثار لوگوں نے دیکھے وہی بہت زبردست تھے۔ اس کے علاوہ اپنی تحریروں میں شری اروبندو نے اپنی داخلی زندگی اور داخلی سطحوں پر اپنے عمل کو واضح کیا ہے۔ ان تحریروں سے کوئی بھی یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ انھوں نے دنیا (ارض) کے لیے کیا کیا۔ اس کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے شری اروبندو کے الفاظ کو دہرایا جاسکے تاکہ قاری اپنی آگہی اور شعور کی صلاحیت کے مطابق انھیں سمجھ سکے اور اس روحانی طاقت سے فائدہ اُٹھا سکے، جو ان کی ساری تحریروں میں موجود ہے۔ شری اروبندو کو ایک عظیم قوم پرست کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس نے جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور انھیں ایک عظیم ادیب اور شاعر کی حیثیت سے سراہا جاتا ہے" ایک عظیم یوگی کی حیثیت سے تعظیم کی جاتی ہے مگر ان کی الوہی شخصیت کو جاننے اور پرکھنے کے ہمارے یہ سارے پیمانے بہت محدود ہیں۔

سائنس نے، فطرت میں ایک مسلسل ارتقا کی بات کہی ہے، جو حجر سے شروع ہو کر شجر اور شجر سے حیوان اور حیوان سے انسان تک جا پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں ارتقا کے اس عمل کو پُرانوں کے دس اوتاروں کے بیان میں رمزی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ماتسیہ، کرما، وراہا، نرسنگھ، وامن، پرشورام، رام، کرشن، بدھ اور کالکی۔ شری اروبندو کا قول ہے کہ ارتقا کے اس عمل میں انسان ایک عبوری مخلوق ہے، آخری نہیں۔ یہ عمل انسان کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جائے گا، یعنی ایک برتر تخلیق کی سمت۔ انسان ذہنی شعور میں زندگی گزار رہا ہے۔ اس میں پوشیدہ صلاحیتیں ہیں، صلاحیتیں جن کی سرحدیں ذہن اور وجدان سے بھی پرے ہیں، یعنی شعورِ حق اور مافوق ذہن! گو کہ ارتقاء کے فطری عمل میں مافوق ذہن کو ارتقاء پذیری کے لیے ہزاروں سال لگ جائیں گے مگر یہ ارتقا بہرحال یہاں اسی طرح سرعت پذیر ہو سکتا ہے۔ زمین پر جو زندگی ہے بدل جائے گی۔ قلبِ انسانی

قلبِ نور بن جائے گا۔ جس میں سارا عالم ضم ہو جائے گا اور یہاں تک کہ مادی جسم بھی تبدیل ہو جائے گا اور وہ مجسّم نور کی شکل پائے گا۔ زمین پر ہر چیز بدل جائے گی اور الوہی زندگی ایک محسوس حقیقت (امرِ محسوس) ہو گی۔

اس کی اصل اہمیت سب پر اس وقت واضح ہو گی جب مکمّل طور سے قلبِ ماہیت ہو جائے گی، یہاں تک کہ جسم بھی بدل جائے گا۔ آج صرف چند ہی لوگ اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مستقبل شری اروبندو کو ایک ایسا اوتار مانے گا جس نے مافوق ذہنی عہد کو جنم دیا۔ مدر نے اس سلسلے میں کہا ہے "شری اروبندو نے انسانی جسم میں مافوق ذہنی شعور کو تجسیم دی۔ اس کے علاوہ انھوں نے نہ صرف اس مخصوص راستے کا انکشاف کیا جس پر ہمیں چلنا ہے بلکہ وہ طریقے بھی بتا دیے جن کو اختیار کر کے ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اس کے ساتھ ہی منزلِ مقصود پر خود پہنچ کر مثال بھی قائم کر دی۔ اُنھوں نے ہمارے لیے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حقیقت کو اپنایا جا سکتا ہے' اور عمل کا یہی وقت ہے' ایک اوتار کی طرح جو مافوق ذہنی قلبِ ماہیت کی سمت زمین کی رہبری کرنے آیا تھا۔ شری اروبندو کو فطرت کی قوتوں کے خلاف سخت کشمکش کرنی پڑی۔ اپنی رزمیہ نظم ساوتری میں انھوں نے اس کیفیت کا اظہار اس طرح کیا ہے'

مگر جب خدا کا پیامبر دنیا کی مدد کرنے آتا ہے
اور روحِ ارضی کو بلندیوں تک پہنچانے میں رہبری کرتا ہے۔
تو اِسے اس جُوے کو خود اٹھانا پڑتا ہے
جس سے نجات دلانے کے لیے وہ آیا تھا۔
اور جن زخموں کو وہ مندمل کرنے آیا تھا
ان کی ٹیسوں کو بھی اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔

شری اروبندو کا ظہور خاص اس مقصد کے لیے زمین پر ہوا تھا، مدر اس بات کی

توثیق کرتے ہوئے کہتی ہیں: ”تاریخ ارض کی ابتدا سے لے کر جب بھی زمین پر عظیم تبدیلیاں ہوئیں، شری اروبندو نے کبھی ایک نام اور کبھی دوسرے نام سے، کبھی ایک شکل میں اور کبھی دوسری شکل میں ہمیشہ ہی دنیا کی رہبری کی۔ ان کی ساری ارضی زندگی اس مسلسل کوشش سے عبارت تھی کہ خاص حالات پیدا کر کے مافوق ذہن کو منکشف کریں۔ دارجلنگ اور لندن میں ان کا بچپن گزرا، جس کی وجہ سے ان کو انگریزی زبان پر پوری قدرت حاصل ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے آسمانی فیضان کے زیر اثر روحانی قوت اور روشنی سے بھرپور نظم و نثر لکھی اور انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو اس میں ایسی ہی غیبی طاقت تھی جیسی کی قدمائے ہند کی سنسکرت میں الہامی اظہارِ خیال میں ہوا کرتی تھی۔ ان کی تحریریں آدمی کو اوپر اٹھاتی ہیں، ان کی تحریریں داخلی معرفت کا ذریعہ بھی ہیں اور اظہار بھی۔ اگر ان کو انگریزی پر اتنی قدرت حاصل نہ ہوتی تو وہ بقول خود اتنے پرزور انداز میں اظہارِ خیال نہ کر سکتے اور نہ اپنے تجربوں کو راست انگریزی داں دنیا تک پہنچا سکتے۔

ہندوستان کی آزادی کے لیے ان کی لڑائی بھی زمین پر الوہی حکومت کے قیام ہی کی تمہید تھی جب وہ بالآخر پانڈیچری آئے تو انھوں نے نہ صرف مافوق ذہنی بلندیوں پر چڑھنے کی راست کوشش کی بلکہ مافوق ذہنی روشنی، علم اور قوت کو ذہنی حیاتی اور طبعی سطح پر نیچے لانے اور ان کے قلبِ ماہیت کی کوشش بھی کی۔

انھوں نے خود کہا ہے ”میں اپنے لیے کچھ نہیں کر رہا ہوں۔ ذاتی طور پر مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، نہ ہی نجات کی اور نہ مافوق ذہنی قلبِ ماہیت کی۔ اگر میں مافوق ذہنی قلبِ ماہیت تک رسائی کی کوشش کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے جو ارضی شعور کے لیے کرنی ضروری ہے۔

مدر نے بھی ۱۹۳۰-۳۱ء میں اس طرح کی وضاحت کی: ”شعور ایک زینے کی طرح ہے ہر مبارک و مسعود عہد میں ایک عظیم شخصیت موجود رہی ہے جو اس نردبان پر مزید ایک

زینہ کا اضافہ کرنے کی استعداد رکھتی تھی تاکہ عام شعور پہلے سے کہیں زیادہ بلند درجہ تک پہنچ سکے۔ اونچی سطح پر پہنچ کر مادی شعور سے مکمل طور سے علیٰحدگی ممکن ہے اور اس وقت کسی کو سیڑھی کی ضرورت نہیں رہتی۔ کائنات کے عظیم ادوار کا کارنامہ اس زینے میں ایک سیڑھی کا اضافہ کرنے کی استعداد رہا ہے اور وہ بھی مادی دنیا سے ربط توڑے بغیر۔ اور اس استعداد کی نشوونما اس طرح ہو کہ بلندیوں پر بھی پہنچا جا سکے اور اس کے ساتھ ہی بلند ترین اور پست ترین دونوں سطحوں پر ربط بھی قائم رہے۔ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ دونوں سطحوں پر باہمی ربط بالکل ٹوٹ کر ایک قسم کا خلا پیدا ہو جائے۔ اوپر نیچے جانا اور بلند کو پست سے ملا دینا معرفت کا راز یہی ہے اور ایک اوتار کا یہی کام ہے۔ ہر عہد میں اوتار زینے میں ایک سیڑھی کا اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح زمین پر ایک نئی تخلیق وجود میں آتی ہے۔ زینے میں جس سیڑھی کا اضافہ ہو رہا ہے، اُسے شری اروبندو نے مافوق ذہنی کہا ہے، نتیجتاً شعورِ مافوق ذہنی دنیا میں داخل ہو کر ذاتی ہیئت اور اجتماعیت قائم رکھ سکے گا اور اس کے بعد نیچے اُتر کر یہاں ایک نئی تخلیق کو عالمِ وجود میں لائے گا۔ یقیناً یہ اس کی آخری منزل نہیں۔ وجود کی اور بھی بلند منزلیں ہیں۔ اب بہر حال ہم مافوق کو نیچے لانے، دنیا کی تنظیم جدید کرنے اور دنیا کو پھر سے الوہی نظامِ زندگی میں واپس لانے کے کام میں لگے ہیں۔ یہ اصل میں ایک نظام کی تخلیق کا کام ہے ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کا کام ہے۔ اس قوت کا اصل جوہر شکتی جو اس وقت سرگرمِ عمل ہے مہا سرسوتی ہے جو مکمل تنظیم اور ترتیب کی دیوی ہے۔

تسلسل کے حصول کا وہ عمل جو کسی کو بھی نیچے اوپر آنے جانے اور جو کچھ اوپری منزلوں میں ہے اُسے مادی وجود میں منتقل کرنے کو ممکن بناتا ہے، شعوری عالم میں انجام دیا جا سکتا ہے جو اس منصب کو سرانجام دینے پر مقرر ہے یعنی اوتار۔ اگر وہ کسی جیل میں بند رہے اور کسی کو نہ دیکھ سکے تو بھی یہ عمل جاری رہ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کام شعور کے عالم میں انجام پاتا ہے۔ یہ کام مافوق ذہن اور مادی وجود کے باہمی رشتہ سے صورت پذیر ہوتا ہے اس کو پہچاننے

جلنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی بیرونی طاقت شعوری رشتے کے قیام میں معاون ہو۔ ایک بار بہرحال جب یہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو اس کا اثر بیرونی دنیا پر ایک نئی تخلیق کی صورت میں ہونا ضروری ہے۔ جو ایک مثالی بستی یا شہر سے شروع ہو کر ایک کامل دنیا کی شکل اختیار کر لے گا۔

بہت سے مقاصد اور نصب العین سیاسی، سماجی، اور معاشی، انسانیت کے سامنے رکھے جا چکے ہیں اور ان کے ذریعہ اپنی اعلیٰ ترین شکلوں میں انسانیت مبہم اور نامکمل انداز میں ایک ایسی طرزِ زندگی کی کھوج میں رہی ہے، جہاں ہر کوئی بلند ترین امکانات کو چاہے وہ داخلی ہوں یا خارجی بروئے کار لا سکتا ہے مگر ایک صورت پذیر اگلی منزل کی طرف لے جانے والے ارتقاء کا نصب العین جب بھی انسانیت کے سامنے رکھا گیا تو ارتقاء کی اس اگلی منزل پر اصل مسرت، مکمل امن، کامل علم، اور الوہی قوت کے حصول کا انحصار ہے، وہ سب کچھ جس کی انسانیت کو تلاش رہی ہے۔ ہمارے عصری مسائل کا دائمی حل بھی اس میں مل جاتا ہے۔

اگر یہ کتاب اس کے چند پڑھنے والوں کی مافوق ذہنی زندگی کی سمت رہبری کر سکے تو سمجھیے کہ اس کتاب کا مقصد پورا ہو گیا۔

'نواجاتا'

۱ - ابتدائی سال

شری اروبندو ۱۵ اگست ۱۸۷۲ء کو صبح ۴ ½ بجے طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے بیرسٹر منوموہن گھوش کے گھر کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کرشن دھن گھوش سول میڈیکل آفیسر تھے ان کی والدہ سورن لتا دیوی رشی راج نارائن بوس کی سب سے بڑی لڑکی تھیں جو ہندوستانی ثقافت کے مشہور و معروف علم بردار تھے۔ شری اروبندو اپنے والد کے تیسرے لڑکے تھے، ان کے دو بڑے بھائی بنلے بھوشن اور منوموہن تھے۔

رام کرشن پرم ہنس کی مہاسمادھی ۱۵ اگست کو ہوئی تھی اور یہی دن ہندوستان کی آزادی کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ شری اروبندو نے اس دن کی روحانی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

"۱۵ اگست کا دن معراجِ مریم کا دن ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ طبعی فطرت الوہی فطرت کے درجے تک پہنچ جاتی ہے حضرت مریم کا تعلق طبعی فطرت سے ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ایک الوہی روح ہیں جن کا جنم انسان کی شکل میں ہوا۔ وہ خدا کے بیٹے اور اس کے ساتھ انسان کے بیٹے بھی ہیں۔"

راج نارائن بوس اور ان کے داماد کرشن دھن گھوش ہندوستانی اور یورپی تہذیبوں کے بارے میں قطعی متضاد رائیں رکھتے تھے۔ راج نارائن بوس نے ۱۸۶۱ء میں انگریزی زدہ یا انگریزی پرست بنگالیوں کو اپنی تہذیب اور رسومات کی جانب پھیرنے کی دلیرانہ کوشش کی تھی۔ انھوں نے بنگالی میں بات چیت کرنے اور بنگالی میں لکھنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی، یورپی لباس کی بجائے دھوتی پہننے اور چادر اوڑھنے پر اکسایا۔

ہندوستانی کھیل اور ورزشیں اختیار کرنے پر زور دیا اور ہندو طریقۂ علاج کو ترقی دینے کی کوشش کی۔ ان کو مادرِ وطن سے بے پناہ محبت تھی۔ اس کے عظیم ماضی کا احساس اور عظیم تر مستقبل پر ان کو پورا بھروسہ تھا۔ انھوں نے ہندوستان کی حصولِ آزادی کے لیے ایک خفیہ سوسائٹی بھی بنائی تھی۔ رابندر ناتھ ٹیگور اور ان کے بھائی جیتندر ناتھ ٹیگور کا تعلق اسی سوسائٹی سے تھا۔ ممبروں کو قسم لینی پڑتی تھی کہ وہ ملک کے دشمنوں کو بزورِ قوت تباہ کردیں گے۔ ڈاکٹر کے۔ ڈی۔ گھوش کو اپنے خسر کے ان خیالات سے اتفاق نہ تھا۔ وہ ایک قابل شخص اور مضبوط شخصیت کے مالک تھے اور ان گنے چنے لوگوں میں تھے جو تعلیم کے لیے سب سے پہلے انگلستان گئے۔ انھوں نے آبرڈین (Aberdeen) یونیورسٹی سے میڈیکل ڈگری حاصل کی اور اپنے عادات، خیالات اور تصورات میں بالکل انگریزی پرست ہو کر لوٹے۔

کرشن دھن اس بات کا پکا ارادہ کر چکے تھے کہ ان کے بچوں کو مکمل طور سے یورپی طرز کی نشو و نما حاصل ہو۔ اروبندو بچپن میں انگریزی اور ہندوستانی میں بات چیت کرتے تھے انھوں نے اپنی مادری زبان انگلستان سے واپسی کے بعد سیکھی ۱۸۷۷ء میں اروبندو اور ان کے دو بڑے بھائی دارجلنگ میں لوریٹو (Lorreto) کنونٹ اسکول میں بھیجے گئے جسے آئرستانی ننیں چلاتی تھیں۔ خوبصورت ہمالیائی منظر کے بیچ انھوں نے جو دو سال گزارے اس کے بارے میں بہت کم معلوم ہو سکا ہے۔ شری اروبندو کو سڑکوں پر سنہری فرن کے پودے اور ایک دو غیر اہم واقعات یاد ہیں۔ ایک واقعے کا تعلق ایک لمبے تہہ خانے سے ہے جہاں لڑکے سوتے تھے۔ ان کے بھائی منوموہن کی جگہ دروازے سے قریب تھی۔ رات دیر گئے کسی نے دروازے پر دستک دی۔

منوموہن نے جواباً کہا "میں نہیں کھول سکتا کیونکہ میں سو رہا ہوں"۔

دوسرا واقعہ ایک اہم خواب تھا جسے انھوں نے بعد میں تفصیل سے بتایا۔

"ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ یک بیک ایک گہرا اندھیرا تیزی سے میری طرف بڑھ کر مجھے اور ساری کائنات کو اپنی پیٹ میں لے رہا ہے۔ اس کے بعد ایک جمود سا مجھ پر چھایا رہنے لگا۔ انگلستان کے پورے دورانِ قیام یہی حال رہا۔ میرا خیال ہے کہ اس جمود کا کچھ نہ کچھ تعلق اس اندھیرے سے تھا، جو مجھ پر چھایا رہا۔ اور اس سے پیچھا اس وقت چھوٹا جب میں ہندوستان لوٹ رہا تھا۔"

۲- انگلستان میں

مانچسٹر ۱۸۷۹ء سے ستمبر ۱۸۸۴ء (عمر سات سے بارہ سال)

۱۸۷۹ء میں ڈاکٹر کے۔ ڈی۔ گھوش اپنے تینوں لڑکوں کو تعلیم کے لیے انگلستان لے کر گئے۔ انھوں نے ان کے رہنے کا انتظام "ریورنٹ ولیم ایچ، ڈری وٹ کے ساتھ مانچسٹر میں کیا۔ یہ صاحب رنگ پور کے مجسٹریٹ مسٹر گلیزیر کے رشتے کے بھائی تھے جہاں ڈاکٹر گھوش مقیم تھے۔ شری اروبندو آر، ڈری وٹ کے پاس پانچ سال تک رہے۔ مسٹر ڈری وٹ اسٹاک پورٹ روڈ پر کانگری گیشنل (Congregational) چرچ کے پادری تھے جو ہشت پہلو چرچ کے طور پر بھی مشہور تھا۔ ان کا قیام چرچ سے قریب شیکسپیئر اسٹریٹ پر تھا۔

اروبندو کے دونوں بڑے بھائیوں کو مانچسٹر کے گرامر اسکول میں داخلہ مل گیا جب کہ اروبندو کو جن کی عمر صرف سات سال تھی مسٹر ڈری وٹ اور ان کی بیوی گھر ہی پر تعلیم دیتے رہے۔ مسٹر ڈری وٹ لاطینی کے ایک مسلّمہ عالم تھے انھوں نے شری اروبندو کو انگریزی اور لاطینی اس طرح پڑھائی کہ ان زبانوں میں ان کی بنیاد مضبوط کر دی۔ مسز ڈری وٹ ان کو تاریخ، جغرافیہ، ریاضی اور فرنچ پڑھاتی تھیں۔ چونکہ ان کی تعلیم گھر پر ہو رہی تھی اس لیے ننھے اسکالر کو اپنی پسند کی کتابیں پڑھنے کا بہت سا وقت مل جاتا تھا۔ ان میں بائبل، شیکسپیئر، شیلے اور کیٹس شامل تھے۔ نہ صرف انھوں نے شاعری کا مطالعہ کیا بلکہ اس کم عمری میں میگزین کے لیے نظمیں بھی لکھیں۔

ڈاکٹر گھوش نے سخت ہدایات دے رکھی تھیں کہ ان کے بچوں سے کسی بھی ہندوستانی کا میل جول یا دوستی ہو اور نہ وہ کسی ہندوستانی اثر کو قبول کریں۔ ان ہدایات پر حرف بحرف عمل ہوتا رہا۔ اس طرح اروبندو کی نشوونما ہندوستان، اس کے باشندوں، اس کے مذہب اور اس کی ثقافت سے قطعی لاعلمی میں ہوتی رہی۔

بیرن اروبندو کے سب سے چھوٹے بھائی کی پیدائش ۵ جنوری ۱۸۸۰ء کو انگلستان کے کرائی ڈون نامی مقام پر ہوئی۔

ایک زمانے میں ایک غلط افواہ یہ پھیلی تھی کہ اروبندو عیسائی بنا دیے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ افواہ ایک خاص واقعہ کی وجہ سے پھیلی ہو۔ جسے اروبندو نے خود بیان کیا ہے۔ "ہم جب انگلستان میں تھے تو کمبرلینڈ میں ایک بار غیر مقلد پادریوں کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس بوڑھی خاتون کے گھر میں ہم رہتے تھے یعنی مسز ڈری وٹ۔ یعنی مسٹر ڈری وٹ کی والدہ، مجھے اس میٹنگ میں لے گئیں۔ جب عبادت ختم ہو گئی اور تقریباً ہر شخص چلا گیا سوائے چند خاص عبادت گزاروں کے، تو ایسے وقت میں تبدیلیٔ مذہب کا کام ہوتا تھا۔ میں بڑی بدمزگی سی محسوس کر رہا تھا۔ تب ایک پادری میرے پاس آیا اور کچھ سوالات کرنے لگا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سب چلا اٹھے کہ "نہ بچا لیا گیا، بچا لیا گیا۔" اور میرے لیے دعا کرنے لگے اور خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے اس کے بعد پادری میرے پاس آیا اور دعا کرنے کے لیے کہنے لگا۔ مجھے اس وقت تک عبادت کی عادت نہیں تھی پھر بھی میں نے کسی نہ کسی طرح دعا مانگی بالکل اسی انداز میں جیسے بچے سوتے وقت دکھاوے کے لیے دعا کرتے ہیں۔ صرف یہی بات تھی جسے اتنا بڑھا دیا گیا اور ویسے بھی میں باضابطہ چرچ کبھی نہیں گیا۔ اس وقت میری عمر دس سال تھی۔"

سینٹ پال اور کیمبرج میں اروبندو کا نام اروندا اکرائڈ گھوش رجسٹرڈ ہوا۔ انگلستان جانے سے پہلے ہندوستان میں ایک مس انٹی اکرائڈ کلکتہ آئیں ۱۸۷۲ء میں

جس سال اروبندو کی ولادت ہوئی، وہ مس بچے کا نام رکھنے کے وقت موجود تھیں کیونکہ وہ منوموہن گھوش کی دوست تھیں۔ شری اروبندو کے والد انگریزی طرزِ زندگی کے بڑے رسیا تھے اور چاہتے تھے کہ بچے کا نام انگریزی نام پر ہو اس لیے اروبندو کے نام کے ساتھ مس اکرائڈ کا نام لگا دیا گیا۔ شری اروبندو نے بعد میں اکرائڈ کو اپنے نام سے خارج کر دیا۔ سات سال کی عمر میں شری اروبندو کو اس بات کا شدّت سے احساس ہوا کہ دنیا میں ایک عام بحران اور بڑی انقلابی تبدیلی کا دور آ رہا ہے اور اس میں حصّہ لینا ان کا مقدر بن چکا ہے۔

ستمبر ۱۸۸۴ء سے جولائی ۱۸۹۰ء تک

(عمر ۱۲ سال سے ۱۸ برس)

ستمبر ۱۸۸۴ء میں اروبندو اور ان کے بھائی منوموہن کو سینٹ پال اسکول میں داخلہ ملا اور وہ لندن چلے گئے۔ اروبندو کا امتحان ڈاکٹر واکر نے لیا۔ لاطینی اور دوسرے مضامین میں ان کی قابلیت سے وہ اس درجہ مطمئن ہوئے کہ انھوں نے اروبندو میں ذاتی دل چسپی لی اور اروبندو کے سینٹ پال میں پانچ سال قیام تک وہ خود یونانی زبان انھیں پڑھاتے رہے۔ انھوں نے ادبِ عالیہ کو خوب پڑھا اور ادب میں بٹر ورتھ کا دوسرا انعام حاصل کیا۔ تاریخ میں انھیں بڈفورڈ کا انعام ملا۔ اگلے درجوں میں ان کی ترقی بڑی تیزی سے ہوئی کیونکہ ان کا ہیڈ ماسٹر اپنے نوجوان شاگرد کو نشوونما کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔

شری اروبندو نے سینٹ پال کی ادبی سوسائٹی میں سرگرم حصّہ لیا۔ ۵ نومبر ۱۸۸۹ء کو سوُدے کے سیاسی خیالات کے عدمِ استقلال پر مباحثے میں انھوں نے امتیاز کے ساتھ شرکت کی اور ۱۹ نومبر کو ملٹن پر مباحثہ میں بھی شرکت کی۔

سینٹ پال غیر اقامتی اسکول تھا یہاں پچھلے تین سالوں کے دوران انھیں پڑھائی میں زیادہ وقت صرف نہیں کرنا پڑا کیونکہ وہ پہلے ہی سے ان سارے مضامین پر کافی عبور رکھتے تھے اس لیے ان پر کچھ زیادہ محنت کرنی ضروری نہیں سمجھی، ان کا زیادہ وقت عام مطالعے، خاص طور پر انگریزی شاعری، ادب، اور افسانہ، فرانسیسی ادب اور یورپ کی قدیم، عہد وسطیٰ اور جدید تاریخ پڑھنے پر صرف ہوا۔ اس کے علاوہ انھوں نے کچھ وقت اطالوی اور جرمن زبانوں کے مطالعے اور کچھ ہسپانوی زبان پڑھنے پر صرف کیا ویسے ان کا زیادہ وقت شاعری کے لیے ہی وقف رہا اور ان کی نظم ہیکیوبا پر لارنس بینن نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

تینوں بھائی لندن میں کچھ عرصہ تک مسٹر ڈری وٹ کی والدہ کے ساتھ رہے مگر اس خاتون نے منوموہن سے مذہب پر مناقشہ کے بعد گھر چھوڑ دیا۔ مسز ڈری وٹ کٹر مذہبی خاتون تھیں انھوں نے کہا کہ وہ ایک دہریہ کے ساتھ نہیں رہ سکتیں ورنہ گھر ان کے سر پر گر پڑے گا۔

بعد میں بنیائے گھوش اور اروبندو ساؤتھ کین سنگٹن لبرل کلب کے ایک کمرے میں رہنے لگے۔ جہاں مسٹر جے۔ ایس۔ کاٹن سکریٹری تھے۔ یہ صاحب سر ہنری کاٹن کے بھائی تھے اور سر ہنری کچھ عرصے بنگال کے لفٹیننٹ گورنر رہ چکے تھے بنیائے نے مسٹر کاٹن کے کام میں مدد کی۔ منوموہن، جنگس میں منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اروبندو بھی وہیں پہنچ گئے اور کیمبرج میں منتقل ہونے تک ان کا قیام یہیں رہا۔

لندن میں اسکول کی زندگی کے دوران اروبندو کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ ان کے والد پابندی سے اخراجات نہیں بھیج رہے تھے۔ پورے ایک سال ان کو ناشتہ میں ایک سلائس، مکھن اور ایک پیالی چائے اور شام کو تھوڑی سی روٹی پر ہی گزر کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح دن بھر میں یہی ان کی غذا تھی۔ ان سخت مالی مشکلات

کے پس منظر میں شری اروبندو کے حافظے میں ہر دو مالک مکان خواتین کی رحم دلی ابھر آتی تھی، جن کے ساتھ وہ اور ان کے بھائی مقیم تھے۔ "ہماری مکان مالکہ ایک فرشتہ سیرت خاتون تھیں وہ غالباً سامرسٹ سے آکر اپنے بیوہ ہونے کے بعد، لندن میں بس گئی تھیں۔ وہ عرصہ سے مصیبتیں جھیل رہی تھیں۔ ہم پیسے ادا نہ کرتے تو وہ مہینوں ہیں پوچھتی نہ تھیں مجھے تعجب ہوتا کہ وہ کس طرح کام چلاتی تھیں۔ میں نے اپنے آئی۔ سی۔ ایس۔ کے وظیفہ سے ان کے پیسے ادا کیے۔"

اکتوبر ۱۸۹۰ء سے اکتوبر ۱۸۹۲ء تک
(عمر ۱۸ سے ۲۰ سال)

اکتوبر ۱۸۹۰ء میں اروبندو سینیر کلاسیکل وظیفہ حاصل کر کے جو ۸۰ پونڈ سالانہ پر مشتمل تھا سینٹ پال اسکول لندن کو چھوڑ کر کیمبرج یونیورسٹی کے کنگس کالج میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے کلاسیکل امتحان امتیاز کے ساتھ فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور یونانی اور لاطینی نظموں کے سارے انعام ایک سال میں حاصل کر لیے۔ انھوں نے کیمبرج سے بی۔ اے۔ نہیں کیا۔ مشتقی امتحان کا پہلا حصہ انھوں نے اوّل درجے میں پاس کیا۔ پہلا حصہ پاس کرنے ہی پر عام طور پر بی۔ اے۔ کی ڈگری دی جاتی ہے اور یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب امتحان تیسرے سال میں لیا جائے۔ اروبندو کے پاس صرف دو سال ہی تھے۔ اور دوسرے ہی سال انھوں نے اسے پاس کر لیا۔ ایسی صورت میں ڈگری کا مستحق ہونے کے لیے چوتھے سال میں دوسرے حصّہ کا امتحان دینا ہوتا ہے۔ ڈگری لینے کی دوسری صورت یہ تھی کہ اس کے لیے درخواست دی جائے مگر اروبندو یہ نہیں چاہتے تھے۔ انگریزی میں ڈگری کی اہمیت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو علمی میدان میں کام کرنا چاہتے ہیں۔

وظیفے کے امتحان میں اروبندو کے پرچے مشہور و معروف "او۔ بی" (آسکر براؤننگ) نے جانچے تھے۔ ان پرچوں میں شیکسپیر اور ملٹن کے موازنہ پر ایک مضمون بھی شامل تھا۔ ایک دن کنگس کالج کے ٹیوٹر کے کمروں میں اروبندو آسکر براؤننگ سے چائے پر ملے عظیم او۔ بی۔ نے رقص و سرود سے لے کر وظیفے کے مسئلے پر بات چیت کرتے ہوئے اروبندو سے کہا "شاید تم کو اس بات کا علم ہو کہ تم نے امتحان میں ایک غیر معمولی اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہے۔ میں تیرہ امتحانوں کے پرچے جانچتا رہا ہوں اور اس سارے عرصہ میں میں نے اتنے اعلیٰ درجے کے پرچے نہیں دیکھے، اور تمھارا مضمون تو حیرت انگیز تھا۔" اس کے بعد تجسس کے طور پر انھوں نے پوچھا کہ اروبندو کن کمروں میں رہتے ہیں جب انھیں بتایا گیا تو ان کو بڑا صدمہ پہنچا اور بول اٹھے۔ "وہ بدترین کال کوٹھری!"

اروبندو کے والد بے حد مقبول شخصیت تھے وہ جب رنگ پور میں تھے تو ڈاکٹر صاحب ہی ایسے تھے جو ہر کسی کے کام آجایا کرتے تھے۔ مسٹر گلیزیر رنگ پور کے انگریز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ان کے قریبی دوست تھے مگر ان کا تبادلہ ہوگیا اور ان کی جگہ ایک دوسرا انگریز آگیا۔ ڈاکٹر گھوش کا اثر و رسوخ اس شخص کو ایک آنکھ نہیں بھایا اور اس نے ان کے تبادلے کی کوشش کر دی۔ حکومت نے اس کا مشورہ قبول کر لیا اور ڈاکٹر گھوش کا تبادلہ کھلنا میں ہوگیا۔ کھلنا میں بھی ڈاکٹر گھوش بے حد مقبول ہو گئے مگر تبادلہ جن حالات میں ہوا تھا، اس سے ان کو صدمہ پہنچا اور انگریزوں کے انصاف پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا اور انگریزی تسلط سے وہ برگشتہ خاطر ہو گئے۔ اب تک ہر مغربی چیز ان کی نظر میں خوب تھی۔ اصل میں ان کی بڑی آرزو یہی تھی کہ ان کے لڑکے کامیابی سے ہم کنار ہوں۔ اُس زمانے میں انڈین سول سروس میں داخلہ کامیابی کی معراج سمجھا جاتا تھا۔

۱۸۹۰ء میں اروبندو نے سول سروس کے کھلے مقابلے میں کامیابی حاصل کی، اس کے علاوہ دو میعادی امتحانوں اور طبّی امتحانوں میں وہ کامیاب ہوئے۔ ان کے لیے آئی۔ سی۔ ایس۔ میں کچھ زیادہ کشش نہ تھی۔ مگر وہ یہ جانتے تھے کہ ان کا خاندان انھیں نوکری کے حصول کے کسی موقع کو رد کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ میں داخلہ کے لیے گھوڑ سواری کے امتحان میں کامیابی بھی ضروری تھی۔ اروبندو نے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کا آسان طریقہ اختیار کر کے اپنے آپ کو گھوڑ سواری میں ناکام کر لیا۔ مگر کئی بار ایسا بھی ہوا تھا کہ جو امیدوار گھوڑ سواری میں کامیاب نہیں ہوتے تھے ان کا انتخاب بھی ہندوستان میں آئی۔ سی۔ ایس۔ کے لیے ہو جاتا تھا اور ایسے افراد گھوڑ سواری کا یہ امتحان دورانِ ملازمت پاس کر لیتے تھے۔ مگر اروبندو کی تشفی ہو گئی کہ ان کو بہر حال رد کر دیا گیا تھا۔

سِول سروس کمیشن نے اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا "گو کہ مسٹر اے۔ اے۔ گھوش کو گھوڑ سواری کا امتحان دینے کے کئی موقعے دیے گئے مگر وہ مقررہ وقت پر حاضر ہونے سے مسلسل ناکام رہے اس لیے کمیشن اس بات کی تصدیق کرنے سے قاصر ہے کہ مسٹر گھوش انڈین سِول سروس میں تقرر پانے کے اہل ہیں۔" ان کے سول سروس میں رد کیے جانے کی ایک دوسری وجہ ان کی ذاتی فائل پر ایک نوٹ بھی ہے جو لارڈ کمبرلے، اس وقت کے وزیر ہند کا تحریر کردہ ہے۔ لارڈ کمبرلے اروبندو کے قومی خیالات سے اچھی طرح واقف تھے، نوٹ میں کہا گیا تھا۔

"مجھے بڑا شبہ ہے کہ اروبندو انڈین سِول سروس میں ایک خوشگوار اضافے کا باعث ہو سکیں گے!" چوں کہ اروبندو کو بھی دل چسپی نہ تھی اس طرح دونوں فریق خوش تھے۔

ڈاکٹر گھوش انگلستان میں مقیم اپنے بیٹوں کو ہندوستان میں انگریزوں

کے ظالمانہ رویّے کے بارے میں شدید شکایتیں لکھتے رہتے تھے اور اکثر ان کو ہندوستانی اخباروں کے تراشے بھی بھیجا کرتے تھے۔ ان اخباری اطلاعوں سے اروبندو کے دل میں ہندوستان پر بیرونی اقتدار کے خلاف جذبات اُٹھنے لگے تھے مگر ملک کی آزادی کے حصول کی کسی تحریک میں حصّہ لینے کا فیصلہ انھوں نے چند سال بعد کیا۔

کیمبرج میں انڈین مجلس کے رکن کی حیثیت سے اور بعد میں اپنے قیام کے آخری دور میں جب وہ اس کے سکریٹری بنے تو اروبندو نے بڑی انقلابی تقریریں کیں۔ ان تقریروں کا حکومت پر یہ اثر ہوا کہ ان کو سول سروس سے الگ رکھا گیا۔ اروبندو اور ان کے بھائی بنائے نے چند ہندوستانیوں پر مشتمل ایک مختصر انقلابی جماعت بنا لی جس نے دادا بھائی نوروجی کی قیادت سے علی الاعلان بغاوت کردی۔ دادا بھائی ہندوستانی سیاست میں ایک اعتدال پسند رہنما تھے۔ انگلستان میں اپنے قیام کے آخری دنوں میں اروبندو نے لندن میں مقیم ہندوستانیوں کی ایک خانگی میٹنگ میں شرکت کی جس میں ایک خفیہ سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور جس کا رومانی نام "کنول اور خنجر" رکھا گیا۔ اس سوسائٹی کے ممبروں نے حلف لیا کہ ہر ممبر غیر ملکی تسلط کو وطن سے نکال پھینکنے کے لیے کوئی نہ کوئی قدم ضرور اُٹھائے گا۔ گو سوسائٹی کی عمر مختصر رہی مگر اس کے ممبروں نے جو حلف لیا تھا وہ اس کو ہمیشہ نبھاتے رہے، ان میں اروبندو بھی تھے۔ اس وقت جب اروبندو کو سول سروس میں شرکت کے ناقابل ٹھیرایا گیا تو بڑودہ کے مہاراجہ گائیکواڈ لندن میں تھے۔ سر ہنری کاٹن کے بھائی نے مہاراجہ سے اروبندو کا تعارف کرایا اور اس تعارف کے نتیجے میں اروبندو بڑودہ میں نوکری مل گئی۔ وہ ۱۸۹۳ء میں انگلستان سے ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے تاکہ بڑودہ میں اپنی خدمت کا جائزہ لیں۔

اروبندو نے اس طرح اپنی زندگی کے سب سے زیادہ اثر پذیر سال مغربی اثر

یں گزارے اوران کی یہ زندگی دارجلنگ کے کنونٹ اسکول اور انگلستان میں گزری۔ ۲۱ سال کی عمر میں وہ اپنے وطن واپس ہوئے جہاں ان کا یہ مقدر بن چکا تھا کہ آزادیٔ ہند کی جدوجہد کو منظم کریں۔ اور اپنے ہم وطنوں کو ان کی اپنی ثقافت کا شعور بخشیں اور ہندوستان کے کردار سے دنیا کو آگاہ کریں۔

انگلستان میں ۱۴ سال کے قیام کے بعد عام طور پر یہ قیاس کیا جاسکتا تھا کہ اروبندو انگریزی ثقافت اور طرزِ زندگی کو پسندیدگی سے اپنائیں گے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے خود اس طرح اظہارِ خیال کیا ہے "اگر ثانوی ملک کی حیثیت سے کسی یورپی سرزمین سے قربت کا احساس ہوسکتا تھا، تو ذہنی اور جذباتی طور پر یہ احساس ایسے ملک کے بارے میں تھا جسے زندگی میں دیکھا اور نہ رہ سکے اور وہ ملک انگلستان نہیں بلکہ فرانس تھا"

ہندوستان میں ڈاکٹر کے۔ ڈی۔ گھوش اپنے لڑکے کی واپسی کا پُر شوق نگاہوں سے انتظار کر رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ ان کی واپسی تک زندہ نہ رہے۔ ان کو غلطی سے یہ اطلاع دی گئی کہ جس جہاز میں اروبندو سفر کر رہے تھے وہ پرتگال کے ساحل کے قریب ڈوب گیا۔ جب ڈاکٹر گھوش کو یہ خبر ملی تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اروبندو بھی ڈوب گئے۔ مشتاق باپ کے لیے یہ صدمہ حد درجہ شدید ثابت ہوا اور ان پر دل کا مہلک حملہ ہوا۔ جہاز کے ڈوبنے کی خبر صحیح تھی مگر اروبندو اس جہاز میں نہ تھے۔ وہ انگلستان سے ایک ڈاک جہاز میں سفر کر رہے تھے جس کا نام ایس۔ ایس۔ کارتھیج تھا۔ وہ بھی راستے میں زبردست طوفان سے دوچار ہوا مگر فروری ۱۸۹۳ء میں خیریت سے بمبئی پہنچ گیا۔

جب اروبندو نے سرزمینِ ہند اپالو بندر پر قدم رکھا تو مادرِ وطن نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ایک اتھاہ سکون ان پر

طاری ہوا جس نے ان کو اپنے دامن میں لپیٹ لیا اور یہی کیفیت کئی مہینوں تک قائم رہی۔ انھوں نے اپنے ایک معتقد کو اس بارے میں اس طرح لکھا "جب سے میں نے سرزمین ہند پر قدم رکھا تب ہی سے میرے روحانی تجربے شروع ہو گئے مگر یہ تجربے اس دنیا سے الگ نہ تھے بلکہ ایک داخلی اور لامحدود رشتہ اس سے رکھتے تھے، جیسے مادی فضا میں لامحدودیت کا چھا جانا اور محیط کل کا مادی چیزوں اور جسموں میں بس جانے کا احساس۔ اسی کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ میں مافوق طبعی دنیا کے طبقات میں داخل ہو رہا ہوں جس کے اثرات و تجلیّات مادی سطح پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔"

۳۔ بڑودہ

شری اروبندو نے ۸ فروری کو بڑودہ سروس میں اپنی خدمات کا جائزہ لیا ویسے تو وہ ۱۸ جون ۱۹۰۷ء تک بڑودہ سروس میں باقاعدہ رہے مگر ۱۹۰۶ء کی فروری سے اپریل تک اور ۱۲ جون ۱۹۰۶ء سے ۱۲ جولائی ۱۹۰۷ء تک وہ رخصت لے کر اپنے سیاسی کاموں میں منہمک رہے۔

اپنی نوکری کی ابتدا انھوں نے محکمۂ بندوبست سے کی جہاں ان کی تنخواہ دو سو روپے تھی۔ پھر وہ اسٹامپ اور مال گزاری کے محکمے میں تعینات کیے گئے کچھ عرصہ انھوں نے حکومتِ بڑودہ کے دفاترِ معتمدی میں بھی کام کیا۔ مہاراجہ شری اروبندو سے ذاتی کام بھی لیا کرتے تھے جیسے اہم خطوط کی مسودہ نگاری یا خط وکتابت اور دستاویزوں کی تلخیص یہاں تک کہ معاہدوں کے مسودے بھی وہ تیار کرتے تھے۔ وہ مہاراجہ کے ذاتی معتمد نہیں تھے سوائے ایک بار کے جب وہ کشمیر کے مختصر دورے پر مہاراجہ کے ساتھ گئے تھے۔ ایک موقع پر شری اروبندو خاص طور پر اوٹی بھیجے گئے تاکہ باپٹ کیس کا خلاصہ تیار کرکے اس پر قانونی رائے حاصل کریں۔ مشہور مورخ جی۔ ایس۔ ڈیسائی نے اپنی کتاب "سایاجی راؤ گائیکواڑ اور ان کے رفیق" میں کچھ ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن میں اروبندو کا ذکر آیا ہے۔ "اکثر شری اروبندو اور میں مہاراجہ کے ساتھ رہے ہیں۔ شری اروبندو اکثر مہاراجہ کے لکچر لکھا کرتے تھے۔ ایک بار مہاراجہ کو ایک سماجی کانفرنس کو خطاب کرنا تھا۔ شری اروبندو نے اس موقع کے لیے تقریر تیار کی۔ ہم تینوں نے (مہاراجہ، ڈیسائی، اروبندو) بیٹھ کر اسے پڑھا مہاراجہ نے

تقریر سننے کے بعد کہا "اروبندو بابو کیا آپ اس کا لہجہ ذرا نرم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ میری قابلیت سے کہیں اچھی ہے۔"

اروبندو نے ہنستے ہوئے جواب دیا "بے کار ہی کیوں تبدیلی کی جائے۔ مہاراجہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا لہجہ نرم کر دیا جائے گا تو لوگ اسے آپ کی تقریر باور کریں گے۔ اچھی یا بُری جو بھی ہو لوگ ہمیشہ یہی کہیں گے کہ مہاراجہ اپنی تقریر دوسروں سے لکھواتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ خیالات آپ کے ہیں یا نہیں، یہی آپ کا اہم حصّہ ہے۔"

سرڈیسائی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مہاراجہ اور لارڈ کرزن وائسرائے ہند کے بارے میں حکومتِ ہند اور ریاست بڑودہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی رہی اس کا بڑا حصّہ اروبندو ہی نے انجام دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب مہاراجہ بڑودہ پیرس میں تھے تو حکومتِ ہند نے ان کو اطلاع دی کہ لارڈ کرزن بڑودہ کا دورہ کرنے والے ہیں اور مہاراجہ بڑودہ سے کہا گیا تھا کہ وہ بڑودہ واپس چلے جائیں مہاراجہ بڑودہ واپس نہیں آئے اور لارڈ کرزن نے اسے اپنی توہین سمجھی۔ سرڈیسائی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ان دنوں میں شری اروبندو کے ساتھ چہل قدمی کے لیے جایا کرتا تھا۔ ان کی طبیعت عام طور پر خاموشی پسند تھی اور وہ اپنے خیالات کا اظہار دوسروں سے نہیں کرتے تھے۔ کسی سوال کے جواب میں بس ہاں یا نہیں سے زیادہ کچھ نہ کہتے۔ ان کی شخصیت کچھ پُر اَسرار سی تھی۔ وہ انتظامی امور میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے۔ مہاراجہ نے ان کے فوری اور کامیاب کام کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ وہ زیادہ پابند اور محنتی بھی ہو سکتے ہیں۔"

سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ بڑودہ کالج میں انگریزی کے پروفیسر کی حیثیت سے متعین کیے گئے اور سنہ ۱۹۰۱ء میں انھوں نے شری بھوپال چندر راباسو کی دختر مرنالینی سے شادی کی۔

شری اروبندو کو وقتی طور پر بڑودہ کالج میں فرانسیسی پڑھانے کے لیے کہا گیا۔
سنہ ۱۹۰۳ء میں انھوں نے اپنے سیاسی کام کو بڑھاوا دینے کے لیے ایک مہینے کی چھٹی لی۔ اس چھٹی کی وجہ سے اسباق میں جو کمی رہ جاتی تھی اسے پورا کرنے کے لیے انھوں نے اپنے جانے سے پہلے طالب علموں کو گھر پر فرانسیسی کے زائد درس دیے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں وہ کالج کے وائس پرنسپل مقرر ہوئے۔ اپنی پروفیسری کے بارے میں شری اروبندو نے دورانِ گفتگو میں بتایا "میں پروفیسر کی حیثیت سے اتنا بااصول نہیں تھا جیسے کہ منوموہن تھے۔ میں نوٹس کو کبھی نہیں دیکھتا تھا اور جو تشریح کرتا کبھی کبھی وہ ان سے بالکل مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ میں انگریزی کا پروفیسر تھا مگر کبھی کبھی فرنچ بھی پڑھایا کرتا تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ طالب علم لکچر لفظ بہ لفظ لکھ لیا کرتے تھے اور انھیں رٹ لیتے تھے۔ انگلستان میں اس طرح کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بڑودہ میں طالب علم میرے نوٹس لینے کے علاوہ بمبئی کے کسی پروفیسر کے نوٹس بھی حاصل کرتے تھے، خاص طور پر جب کوئی پروفیسر ممتحن مقرر ہوتا۔ ایک بار میں ساؤدی (Southey) کی لائف آف نلسن 'نلسن کی زندگی' پر لکچر دے رہا تھا۔ میرا لکچر نوٹس سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا تھا اس لیے طالب علموں نے کہا کہ نوٹس میں جو کچھ ہے وہ لکچر میں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے نوٹس نہیں پڑھے ہیں، ویسے بھی تمام نوٹس ناقص اور بے کار ہیں۔" بہر حال اروبندو کے شاگرد ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

شری کے۔ ایم۔ منشی جو ان کے طالب علموں میں تھے کہتے ہیں "شری اروبندو سے میرا ربط سنہ ۱۹۰۲ء سے قائم ہوا جب میں میٹرک پاس کر کے بڑودہ کالج میں شریک ہوا۔ اگرچہ اس سے پہلے مجھے صرف ایک بار ان سے ملنے کی عزت حاصل ہو چکی تھی مگر کالج میں اروبندو کے بارے میں جو قصے مشہور تھے اُن کو سُن کر میرے دل میں احترام کے جذبات نے بہت جگہ بنا لی تھی اور جب بھی وہ کالج میں انگریزی کے

پروفیسر کی حیثیت سے آتے ہیں مرعوب ہو کر ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ توجہ سے سنتا تھا۔

بڑودہ میں شری اروبندو نے سنسکرت، مراٹھی، گجراتی اور بنگالی پڑھنے کی طرف توجہ کی اور جلد ہی وہ مدھوسودن اور بنکم چندر کی شاعری کو اصل بنگالی میں سمجھنے اور داد دینے کے قابل ہو گئے۔ انھوں نے اُپنشد، گیتا، رامائن، مہابھارت، کالیداس اور بھوتی وغیرہ کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ یہ سب کچھ ہندوستانی ثقافت اور طرزِ زندگی سے فطری کشش اور جو کچھ ہندوستانی تھا اس سے طبیعت کا لگاؤ اور ہر چیز پر اس کو ترجیح دینے کے میلان کی وجہ سے تھا۔

بیدیا ناتھ میں قیام کے دوران بھی جہاں وہ اپنے عزیزوں سے ملنے جاتے اور کچھ عرصے قیام کرتے ان کے صندوق کتابوں سے بھرے رہتے تھے۔ ان کے رشتے کی بہن بسنتی دیوی نے اس بارے میں لکھا ہے "ارو دادا دو یا تین صندوق لے آتے تھے اور ہم ہمیشہ یہی سمجھتے تھے کہ ان میں قیمتی سوٹ اور دوسرا سامانِ تعیش جیسے عطر وغیرہ ہوں گے۔ مگر جب وہ صندوق کھولتے تھے تو مجھے دیکھ کر حیرت سی ہوتی تھی کہ آخر یہ کیا ہے۔ ان صندوقوں میں چند معمولی کپڑوں کے علاوہ کتابیں ہی کتابیں ہوتی تھیں۔ میں سوچتی کہ کیا ارو دادا یہ ساری کتابیں پڑھیں گے۔ کیونکہ چھٹیوں میں ہم سب گپ شپ لڑانا اور مزے اڑانا چاہتے تھے، اگر وہ چھٹیوں کا زمانہ بھی کتابیں پڑھنے میں صرف کرنا چاہتے ہیں تو ہماری تفریح کا کیا ہوگا؟" مگر چوں کہ ان کو مطالعہ پسند تھا اس لیے وہ یہ کتابیں اپنے ساتھ لاتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ہمارے ساتھ بات چیت، گپ شپ اور دوسری خوشیوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ان کی باتوں میں بڑی بذلہ سنجی اور ظرافت ہوا کرتی تھی۔ انھیں مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور جیسے ہی کتابیں ملتیں وہ مطالعہ میں غرق ہو جاتے تھے۔ یہ کتابیں وسیع

دل چسپیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی تھیں۔ انھوں نے بمبئی کے دو کتب فروشوں کو مستقل طور پر آرڈر دے رکھا تھا کہ ساری جدید ترین کتابوں کی فہرستیں ان کو فوراً بھیجی جائیں۔ اکثر کتابیں ان کے پاس ڈبوں میں بند ہو کر آتی تھیں، جن پر ان کے دوست حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ قندیل پاس رکھ کر وہ رات دیر گئے تک پڑھتے رہتے۔ انھیں نہ مچھروں کی یورش کی پرواہ ہوتی نہ میز پر رکھے کھانے کا خیال ہوتا تھا۔ صبح ناشتہ کے بعد وہ پھر پڑھنے یا لکھنے میں مشغول ہو جاتے۔ غسل، کھانے اور دوسرے کاموں کے وقت تک یہی شغل جاری رہتا۔ انگلستان کا طویل قیام بھی ان کی زندگی کے بنیادی نقطۂ نظر کی راہ میں حائل نہ ہو سکا۔ جو زیادہ سے زیادہ واضح ہوتا گیا۔ چاہے وہ غذا کے بارے میں ہو یا لباس اور دوسری چیزوں کے بارے میں۔ وہ ہر چیز میں سادگی پسند تھے۔ وہ ٹپکتی چھت کے نیچے یا لوہے کے چوں چوں کرتے پلنگ پر بغیر کسی بستر کے ہی سو جاتے تھے۔ ان کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔ وہ ہومر، ڈانٹے، اور ہوریس کو بھی اسی شوق سے پڑھتے جس طرح سنسکرت شاعروں کو۔ ۱۸۹۵ء میں اروبندو کی نظموں کا پہلا مجموعہ شائع ہوا اس کا عنوان تھا "مائرٹیلا کے لیے گیت اور دوسری نظمیں" (Songs of Myrtilla & Other Poems) ان نظموں سے چند نظموں پر یورپی ثقافت اور ماحول کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور یہی اس مجموعے کی دوسری نظموں میں ہندوستانی ثقافت کے بارے میں ان کے پہلے ردِ عمل کا اظہار ہے۔ ان کی دو نظمیں جو کچھ طویل ہیں "اروسی" اور "محبت اور موت" بڑودہ میں لکھی گئی تھیں۔ ان کی عظیم رزمیہ نظم "ساوتری" کا ابتدائی تخیل اسی دور کا ہے۔ ۱۸۹۹ء میں ایک نوجوان بنگالی ادیب دنیندر کمار نے بنگالی زبان کا با محاورہ استعمال اور معیاری زبان میں بات چیت کرنے اور اس میں دسترس حاصل کرنے میں اروبندو کی بہت مدد کی۔ اس کے بدلے میں دنیندر کمار نے اروبندو سے جرمن اور فرنچ سیکھی۔ وہ تقریباً دو سال ساتھ رہے تھے۔ دنیندر کمار نے اپنی

کتاب ”شری اروبندو پرسنگے“ (Sri Aurobindo Prasange) میں اپنے قلم سے اروبندو کی ایک خوش رنگ تصویر کھینچی ہے ”میں دن رات اُن کے ساتھ رہا۔ اور جتنا زیادہ میں ان کے قلب کی کیفیت سے روشناس ہوا اتنا ہی زیادہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ اس دنیا کی مخلوق نہیں ہیں، وہ ایسے دیوتا ہیں جو کسی بددُعا کی بدولت آسمان سے زمین پر آگئے ہیں۔“ ’سوراج‘ ہندوستانی قومی تحریک کا نعرہ بھی تھا اور منزل بھی۔ یہ لفظ شری اروبندو نے بھی استعمال کیا تھا اور اسے سیاسی اہمیت کے ساتھ روحانی اہمیت بھی حاصل ہے۔ یہ لفظ پہلی بار مکمل قومی آزادی کے سیاسی مفہوم میں مہاراشٹرا کے ایک قابل ادیب دیوسکر نے جو عرصہ سے بنگال میں مقیم تھے، اپنی بنگالی کتاب دیشر کتھا (Dasher Katha) میں استعمال کیا ہے۔

اس کتاب میں انھوں نے ہندوستان میں برطانیہ کے صنعتی استحصال اور نتیجتاً اس ملک اس کے عوام کے افلاس اور غریبی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔ اس کتاب کا بنگالی میں بڑا شدید ردِ عمل ہوا اور بنگالی نوجوانوں کے دلوں پر اس کا بے حد اثر پڑا اور کسی اور چیز سے زیادہ اس کتاب کی وجہ سے سودیشی تحریک کی تیاری میں مدد ملی۔ حکومت نے ہمیشہ کی طرح خوف زدہ ہو کر اس کتاب کو ممنوع قرار دیا۔ یہاں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ لفظ ’سوراج‘ کا استعمال قدیم مذہبی کتابوں میں بھی ہوا ہے مگر روحانی مفہوم میں۔ شری اروبندو نے سوراج کو اس کے روحانی اور سیاسی دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ مارچ ۱۹۰۸ء میں اُنھوں نے بندے ماترم میں لکھا: ”ہندوستان قوموں کا معلم (گرو) ہے شدید سے شدید بیماریوں میں بھی انسانی روح کا معالج۔ یہ اس کا مقدر بن چکا ہے کہ وہ پھر ایک بار دنیا کی زندگی کو نئے سانچوں میں ڈھالے اور انسانی روح کے سکون کو پھر سے

قائم کر دے۔ مگر اس کام کی ضروری شرط سوراج ہے اور اس کام کو سرانجام دینے سے پہلے ہندوستان کو یہ شرط پوری کرنی ہوگی۔

شری اروبندو کے سیاسی خیالات اور سرگرمیوں کے تین پہلو ہیں:۔

(الف)۔ پہلا کام جس سے انھوں نے ابتدا کی، خفیہ انقلابی پروپیگنڈہ اور تنظیم جس کا اصل مقصد مسلح بغاوت کی تیاری تھا۔

(ب)۔ عوامی پروپیگنڈہ جس کا مقصد تھا کہ ساری قوم کو آزادی کے تصوّر کا احساس دلایا جائے کیونکہ وہ سیاست میں داخل ہوئے تو ہندوستانیوں کی بڑی اکثریت اس تصوّر کو ناقابلِ عمل اور ناممکن ہی نہیں بلکہ مجذوب کی بڑ سمجھتی تھی۔ یہ خیال عام تھا کہ برطانوی سلطنت بہت زیادہ طاقت ور ہے اور ہندوستان اتنا کمزور کہ کسی کوشش کی کامیابی کا خواب میں بھی تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔

(پ)۔ عوام کی تنظیم، تاکہ ایک عام متحدہ مخالف محاذ قائم کیا جائے اور بیرونی اقتدار کو بڑھتے ہوئے عدم تعاون اور غیر جارحانہ کوششوں کے ذریعہ سرنگوں کیا جاسکے۔

شری اروبندو کے پانڈیچری آنے کے بعد بھی ہندوستانی تحریک آزادی سوراج کے حصول تک انہی کے بتائے ہوئے رستوں پر چلتی رہی۔ اگست ۱۸۹۳ء میں انگلستان سے واپسی کے چھ مہینے بعد اروبندو نے پونہ کے ایک ہفت روزہ "اندو پرکاش" میں مسلسل مضامین لکھے۔ مضامین کے اس سلسلے کا عنوان تھا "نئے چراغ پرانوں کی جگہ" قومی تحریک پر ان کے خیالات کا یہ پہلا عوامی اظہار تھا۔ پرچے کے ایڈیٹر جی۔ ڈیش پانڈے نے ۲۱ سالہ اروبندو کا اس طرح تعارف کرایا۔ "ہم نے اپنے قارئین سے کچھ عرصہ پہلے

وعدہ کیا تھا کہ عہدِ حاضر کے ایک بے حد قابل اور باریک بیں مبصر سے موجودہ سیاسی ترقی پر مضامین لکھوائیں گے۔ ہمیں مسرت ہے کہ اس سلسلہ کی پہلی قسط ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔" ان خیالات کا اظہار جس سلسلے کے تحت کیا جا رہا ہے اس کا عنوان ہے "نئے چراغ پرانوں کی جگہ" یہ عنوان بڑا معنی خیز ہے۔ اور اس کی تمہید اگلی اشاعت تک جاری رہے گی۔ ان میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ عام انداز کے نہیں ہیں، جن کا اظہار ہمارے سیاست داں کرتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ خیالات بہت اہم ہیں۔ ہماری یہ قطعی رائے ہے کہ سیاسی ترقی کے لیے ہماری کوششیں کامیابی سے جاری نہیں ہیں بلکہ ان میں قوت و جوش کی کمی ہے۔ ہماری سیاسی تحریک منافقت کے گناہ سے آلودہ ہے۔ مبہم پرچھائیوں کے پیچھے دوڑنا فیشن بن گیا ہے۔ ہمیں سچی، حقیقت پر مبنی اور ایمان دارانہ تنقید کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے ادارے مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں ہیں اور ہر گھڑی ان کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ان حالات میں یہ نکما پن ہی نہیں بلکہ جرم ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے، جب کہ سیاسی ترقی کے سلسلے میں ہماری ساری طاقت ایک غلط سمت میں صرف ہو رہی ہے۔ جن مسائل کا ہمیں سامنا کرنا ہے وہ بے حد اہم ہیں جو قوم کو بنا بھی سکتے ہیں اور بگاڑ بھی۔ اس لیے ہم نے ایک بڑی ادبی صلاحیتوں کے صاحبِ نظر کی خدمات حاصل کی ہیں جو آزاد مشرب کلچر کے ساتھ وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں اور لکھنے پر بھی انھیں قدرت حاصل ہے۔ کافی زحمت اٹھا کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے الفاظ کو غلط معنی بھی پہنائے جا سکتے ہیں، انھوں نے اپنے خیالات پُر یقین انداز میں سپردِ قلم کیے ہیں اور ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہو کہ یہ خیالات ایسے اسلوب و طرزِ بیان میں ادا کیے گئے ہیں جو صرف ان کا اپنا ہے۔ ہم اپنے قارئین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ غور و فکر سے اس سلسلے کا مطالعہ کریں۔ ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ان مضامین میں ایسا مواد ملے گا جو انھیں غور کرنے پر مجبور کر دے گا اور ان کے محبِ وطن دلوں کو جوش سے بھر دے گا۔"

مضامین کا یہ سلسلہ ۹ / اگست ۱۸۹۳ء سے شروع ہوا۔ اس نے ملک پر ایک ضرب سی لگائی اور لوگوں کو ہلادیا۔ ۱۸۹۴ء تک اس کی اشاعت ہوتی رہی۔ چند اقتباسات دیے جاتے ہیں:

"میں کانگریس سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے مقاصد گمراہ کن ہیں اور جس جذبہ کے تحت ان مقاصد کو حاصل کرنے کا راستہ اختیار کیا گیا ہے، وہ پرخلوص انداز اور صمیم قلب کے ساتھ نہیں ہے اور اس نے جو طریقے حصولِ مقاصد کے لیے اپنائے ہیں وہ صحیح طریقے نہیں ہیں۔ جن رہنماؤں پر ان کو بھروسہ ہے وہ غلط قسم کے ہیں اور رہنما بننے کے قابل نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم اندھوں کی تقلید کر رہے ہیں، جو اگر پورے اندھے نہیں ہیں تو کانے ضرور ہیں۔"

"قوتِ فکر سے یا وجدان کے ذریعے ہماری اپنی صورتِ حال کا پوری طرح ادراک اور اس کے ماہرانہ انداز میں پورا فائدہ اٹھانا ہی سیاست ہے اور ہم اس میں ناکام رہے ہیں۔ ہم میں خلوص کی کمی ہے جو قوت کا دوسرا نام ہے۔"

"جب تک یہ کیفیت باقی رہے گی ہمیں کبھی بھی اس کا احساس نہ ہوگا کہ کس طرح ایک بہترین تنظیم کے لیے بھی یہ ممکن نہیں کہ ایک کمزور اور بے جان قومی کردار کو جان دار بنادیا جائے اور یہ نہایت ضروری ہے کہ بیرونی ذرائع پر تکیہ کرنے کی بجائے ہم اپنی اندرونی قوت پر بھروسہ کرکے کام کا آغاز کریں۔"

"ہمارا غریب طبقہ جہالت اور لاعلمی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اسی غریب طبقے پر ہماری مستقبل کی ساری امیدوں اور ساری کامرانیوں کا انحصار ہے۔ چاہے ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں۔"

مضامین کے اس سلسلے کی اشاعت سے سیاسی حلقوں میں ایک ہنگامہ مچ گیا۔ مہادیو گووند رانا ڈے (مہاراشٹرا کے مشہور لیڈر) نے جو اس پرچے سے وابستہ

تھے دنیش پانڈے کو متنبہ کیا کہ شاید ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔
دنیش پانڈے کی پوزیشن خراب ہوگئی اور انھوں نے اروبندو سے درخواست کی کہ اپنے تنقیدی لہجے کو ذرا نرم کریں یا دھیمے انداز میں لکھیں۔ اس درخواست کے بعد شری اروبندو کی، مضامین لکھنے کی ساری دل چسپی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد انھوں نے ایسے مضامین کی بجائے فلسفہ سیاست پر لکھنا شروع کر دیا مگر جلد ہی ان کی طبیعت اس سے بے زار ہوگئی۔

شری اروبندو نے ملک کے حالات کا مطالعہ کیا تاکہ وہ زیادہ بالغانہ انداز میں فیصلہ کریں کہ کیا کرنا چاہیے۔ انھوں نے پہلا اقدام ۱۸۹۸-۹۹ء میں کیا۔ انھوں نے اپنی کوششوں سے بڑودہ اسٹیٹ کی فوج میں ایک بنگالی نوجوان جتیندر ناتھ بنرجی کو داخل کرا دیا جو بعد میں نرلمب سوامی کے نام سے معروف ہوا۔ جیتن ہندوستان کو بیرونی تسلط سے چھٹکارا دلانے کا ایک عملی پروگرام لے کر بنگال لوٹا۔ اس پروگرام کے تحت نوجوانوں کی سوسائیٹیاں بنائی جانی تھیں جن کے بظاہر کئی مقاصد تھے۔ تہذیبی، ذہنی یا اخلاقی، اور جو سوسائیٹیاں پہلے ہی سے موجود تھیں ان کو انقلابی مقاصد کی راہ پر لے آنا تھا۔ نوجوانوں کی ایسی سرگرمیوں کے لیے تربیت کرنی تھی کہ وہ بالآخر فوجی اقدام کے کام آسکے۔ اس تجویز نے جلد ہی مقبولیت حاصل کر لی۔

اس عرصہ میں شری اروبندو کی ملاقات خفیہ سوسائٹی کے ایک ممبر سے ہوئی۔ اس سوسائٹی کا مقصد آزادی ہند کی جدوجہد کو منظم کرنا تھا۔ انھوں نے سوسائٹی کا حلف اٹھایا۔ اور بمبئی میں اس سوسائٹی کی کونسل سے ان کا تعارف کرایا گیا۔ بارن ۱۹۰۲ء میں بڑودہ آئے اور اروبندو کو یہ موقع ملا کہ انھیں انقلابی کام کے لیے تیار کریں۔ بارن بھی خفیہ سوسائٹی میں شریک ہوگئے۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں گیتا اٹھا کر انھوں نے حلف اٹھایا "جب تک میری جان میں جان ہے اور جب تک ہندوستان

غلامی کی زنجیروں سے آزاد نہیں ہو جاتا، میں انقلاب کا کام جاری رکھوں گا۔ اگر میں کسی بھی وقت سوسائٹی کے بارے میں کوئی لفظ یا کسی واقعہ کو ظاہر کروں تو اس کی قیمت میری زندگی ہوگی۔"

شری اروبندو کے لیے ہندوستان کی آزادی ایک سیاسی کھیل نہیں تھی بلکہ زمین پر خدا کی حکومت قائم کرنے کی سمت پہلا قدم تھا۔ ان کا مستقر اگرچہ بڑودہ تھا مگر ان کی سرگرمیاں سارے ہندوستان کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ خاص طور پر بنگال، گجرات اور مہاراشٹر کا۔ ۱۹۰۲ء میں شری اروبندو بنگال گئے تاکہ خفیہ سوسائٹی اور اس کے مقاصد کے بارے میں پی۔ مترا اور انقلابی گروہ کے سربراہوں سے، کچھ بات چیت کریں۔ یہ بات نوٹ کرنی چاہیے کہ خفیہ سوسائٹی کے پروگرام میں دہشت پسندی شامل نہ تھی مگر یہ عنصر بنگال میں شدید ظلم و زیادتی کے نتیجے اور اس کے ردِ عمل کے طور پر اس صوبہ میں زور پکڑ گیا۔ اسی سال اروبندو نے احمد آباد میں ہونے والے کانگریس کے اجلاس میں شرکت کی۔ تلک جو اس اجلاس میں موجود تھے، اروبندو کو پنڈال سے باہر لے گئے اور ایک گھنٹہ تک بات چیت کر کے اصلاح پسند تحریک کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور مہاراشٹرا میں انھوں نے جو راہِ عمل اختیار کی تھی اس سے آگاہ کیا۔ ۱۹۰۳ء میں شری اروبندو نے "کوئی سمجھوتہ نہیں" کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا جسے خفیہ طور پر ابی ناش نے چھپوایا جو خفیہ پارٹی کے رکن تھے۔ ۱۹۰۴ء میں شری اروبندو نے بمبئی کے کانگریس سیشن میں شرکت کی۔ اس سیشن کی صدارت سر ہنری کاٹن نے کی۔ سر ہنری نے ریاست ہائے متحدہ ہند کی تائید کی مگر برطانوی سلطنت کی نوآبادی کی حیثیت سے، شری اروبندو تو مسلسل مکمل آزادی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسی سال کے دوران شری اروبندو، چارو چندر رادت (آئی، سی، ایس) سے ملے اور اُن کو بھوانی مندر کی دستاویز کی تفصیلات بتائیں۔ یہ دستاویز شری اروبندو

نے لکھی تھی اور اسے قومی تحریک کا بائبل کہا جا سکتا ہے۔ دت نے انقلابی پارٹی میں شرکت کر لی۔ آئی۔ سی۔ ایس کے ایک دوسرے ممبر، جو مغربی ہند میں شری اروبندو اور اُن کے انقلابی کام کے پرجوش حامیوں میں سے تھے، وہ جی۔ ڈی۔ مڈگاؤکر تھے اس دستاویز سے چند اقتباسات پیش ہیں:

"جتنی گہری نظر سے ہم دیکھیں گے اتنے ہی ہم قائل ہو جائیں گے کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے اور جسے ہمیں سب دوسری چیزوں سے پہلے حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیے، وہ ہے قوت: جسمانی قوت، ذہنی قوت، اخلاقی قوت اور سب سے بڑھ کر روحانی قوت جو دوسری ساری قوتوں کے لیے ایک امٹ اور نہ ختم ہونے والا سرچشمہ ہے۔ اگر ہمیں قوت مل جائے تو دوسری سب چیزیں آسانی سے اور فطری طور پر مل جائیں گی۔ قوت کے نہ ہونے سے ہم اس آدمی کی طرح ہیں جو خواب دیکھ رہا ہو۔ جس کے ہاتھ تو ہیں مگر نہ پکڑ سکتا ہے نہ مار سکتا ہے۔ جس کے پاؤں تو ہیں مگر دوڑ نہیں سکتا۔

"تاریخ میں اس سے بڑھ کر کسی قوم کی مثال نہیں ملتی جیسی کہ ماڈرن جاپان کی ہے جس نے حیرت انگیز طور پر اچانک ہی قوت حاصل کر لی۔ جاپان نے اس طرح جو قوت حاصل کی ہے اس کی کئی توجیہیں کی جا رہی ہیں۔ مگر جاپانی دانش ور ہم کو اب بتا رہے ہیں کہ ان کی عظیم بیداری کا منبع اور امٹ قوت کا سرچشمہ کیا تھا۔ ان سب کا سرچشمہ مذہب تھا۔ یہ دیومی (Dyomi) کی ویدی تعلیم شنٹوازم (Shintoism) کی بازیافت اور جاپان کی قومی شکتی کے لیے اس کی عبادت، جس کا مظہر میکاڈو (Mikado) کی ذات اور شخصیت تھی جس نے اس چھوٹے سے جزیرے کی سلطنت کو اس قابل بنا دیا کہ مغربی تعلیم اور سائنس کے طاقت ور اوزاروں کو اس ماہرانہ انداز میں استعمال کرے جس طرح ارجن نے اپنی کمان دگندیو کو ماہرانہ انداز میں استعمال کیا تھا۔"

بھوانی مندر کے تتمہ میں تفصیل سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کیا کام کیے جانے چاہئیں اور کن اصولوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔

۱۹۰۵ء میں شری اروبندو نے بنارس میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی جس کی صدارت گوپال کرشن گوکھلے نے کی۔ انھوں نے کھلے اجلاس میں شرکت نہیں کی مگر قومی تحریک کے رہنماان سے ملے، منصوبوں پر ان سے گفتگو کی اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

۱۶ راکتوبر ۱۹۰۵ء میں احتجاجوں کے باوجود تقسیم بنگال عمل میں آئی اور سارے ملک میں سخت ناراضگی کی لہر دوڑ گئی 'بندے ماترم' کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ حکومت نے اس نعرے کو فوراً ممنوع قرار دیا مگر اس کا اُلٹا ہی اثر ہوا اور یہ نعرہ قوم کا ایک منتر بن گیا۔ بندے ماترم ایک گیت کا بنیادی خیال ہے جو انند مٹھ میں گایا جاتا ہے اور انند مٹھ وہ ناول ہے جسے بنکم چندر نے لکھا اور ۱۸۸۲ء میں شایع کیا۔ اس ناول میں باغی سنیاسیں یہ گیت گاتی ہیں۔ "اے ماں تم پر سلام ہو (بندے ماترم)" مسلمان جابروں اور انگریز سوداگروں کے خلاف لڑائی میں آنند مٹھ کا یہ گیت ہندوستان کے دو قومی ترانوں میں سے ایک ہے۔

اگرچہ شری اروبندو نے راست اور عملی طور پر آزادی کی جد وجہد میں حصّہ نہیں لیا مگر پردے کے پیچھے سے کام کرتے رہے کیونکہ انھوں نے بڑودہ کی ریاستی ملازمت سے ابھی استعفیٰ نہیں دیا تھا۔

---

۴ - بنگال

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی جسے اروبندو نے ایک نعمت سمجھا اور وہ عملی طور پر براہِ راست قومی آزادی کی جدوجہد میں شامل ہوگئے۔

۱۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو شری اروبندو نے باریسال کانفرنس میں شرکت کی۔ حکومت نے اس کانفرنس کو غیر قانونی قرار دیا تھا۔ اس اعلان کے خلاف ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا جس کی قیادت شری اروبندو، بپن پال اور بی سی چیٹرجی نے کی۔ جلوس پر لاٹھی چارج کیا گیا اور بہت سے لوگ زخمی ہوگئے۔ اس کے بعد شری اروبندو نے بپن پال کے ساتھ بنگال کا دورہ کیا جس کے دوران میں بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے اور ایک ضلع میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے امتناع کے باوجود یہ جلسے ہوئے۔

مارچ ۱۹۰۶ء میں بارن کی تجویز میں ایک بنگالی ہفتہ وار کا اجراعمل میں آیا جس کا نام 'جگانتر' (زمانہ کی تبدیلی) رکھا گیا۔ شری اروبندو نے خود چند افتتاحی مضامین لکھے اور پرچے کی نگرانی کرتے رہے۔ 'جگانتر' نے کھلی بغاوت کا پرچار کیا بلکہ گوریلا لڑائی کے بارے میں ہدایات بھی شایع کیں۔ جب ایک سب ایڈیٹر (سوامی وویکانند کے بھائی) پر مقدمہ چلایا گیا تو 'جگانتر' نے برطانوی عدالت میں اپنی دفاع کے لیے پیروی کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ برطانوی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ملک نے جو قومی پروگرام آزادی کے حاصل ہونے تک اختیار کیا، اس کی طرح اندازی پہلی بار اسی زمانے میں ہوئی۔ شری اروبندو پہلے سیاست داں تھے جنہوں نے

کھلے بندوں مکمل آزادی یعنی' پورن سوراج' کا نعرہ لگایا اور ہندوستان میں اس کو سیاسی جدوجہد کا نصب العین قرار دیا۔ انھوں نے کئی مضامین بھی لکھے جس میں سختی سے سودیشی مال خریدنے پر زور دیا گیا تھا اور بدیشی مال کا بائیکاٹ کرنے، غیر جارحانہ بائیکاٹ عدم تعاون کے ساتھ، قومی تعلیم، قانونی جھگڑوں اور تمام معاملوں کا تصفیہ باہمی سمجھوتہ اور پنچایت کے ذریعے کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ ملک نے اس پروگرام پر سختی اور بڑے جوش سے عمل کیا۔

۱۹۰۶ء میں شری اروبندو نیشنل کالج کلکتہ (اب جادوپور یونیورسٹی) میں اس کے پہلے پرنسپل کی حیثیت سے آگئے جس کی برائے نام تنخواہ ایک سو پچاس روپے تھی۔ یہ کالج جاتیا شکشا پریشد کی طرف سے قائم کیا گیا تھا۔

۱۹۰۶ء میں بپن پال نے جو ایک قومی رہنما تھے ایک اخبار جاری کیا جس کا نام "بندے ماترم" رکھا۔ اخبار کو ایڈیٹ کرنے میں انھوں نے شری اروبندو سے مدد کی خواہش کی۔ شری اروبندو نے نہ صرف اپنی رضامندی ظاہر کی بلکہ قومی رہنماؤں کی ایک خانگی میٹنگ کلکتہ میں بلائی جنھوں نے "بندے ماترم" کو پارٹی کا اخبار تسلیم کرلیا۔

بعد میں شری اروبندو نے اس اخبار کی ادارت کا بھی کام سنبھالا مگر مدیر کی حیثیت سے ان کا نام کہیں نہیں چھپتا تھا۔ جب اروبندو جیل میں تھے تو حکومت نے اس اخبار کی اشاعت رکوادی۔ یہ اخبار لگ بھگ دو سال تک جاری رہا۔ اخبار کو مالی مشکلات درپیش تھیں اور اس کے مدیر چاہتے تھے کہ اخبار کو کسی طرح باعزت طریقہ پر ہی بند کیا جائے اس لیے انھوں نے عمداً ایسا مضمون لکھا جس پر حکومت مشتعل ہوکر اس کے خلاف قانونی اقدام کرے۔

اس زمانے میں شری اروبندو اور ان کے ساتھیوں نے کلکتہ کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ جس کے صدر دادا بھائی نوروجی تھے۔ کانگریس کی

تاریخ میں پہلی مرتبہ سوراج کے مطالبہ کے لیے ایک قرارداد منظور کی گئی۔ قوم پرستوں نے یہ بات واضح کردی کہ سوراج کا مطلب مکمل آزادی ہے تاکہ ایک ہندوستانی اسی طرح بیرونی تسلط سے آزاد رہے جس طرح انگلستان میں انگریز اور امریکہ میں امریکی رہتا ہے مگر اعتدال پسندوں نے اسے نوآبادیاتی خود اختیار حکومت کے معنی پہنائیے۔

۲۴ رجولائی ۱۹۰۷ء کو اروبندو اور بپن پال کے خلاف تعزیری مقدمہ چلایا گیا، الزام یہ تھا کہ انھوں نے ایک قاری کا باغیانہ مضمون یا خط چھاپ دیا تھا۔ یہ بات یقینی ہوگئی کہ انھیں سزا ہوجائے گی۔ اس زمانے میں رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنی مشہور نظم "شری اروبندو کو خراجِ عقیدت" کے عنوان سے لکھی۔ مگر جب عدالت نے بپن پال سے ایڈیٹر کا نام بتانے کے لیے کہا تو انھوں نے انکار کردیا۔ عدالت نے اس توہین کے لیے انھیں چھ مہینے قید کی سزا دے دی۔ بہرحال چوں کہ بپن پال نے نام ظاہر نہیں کیا تھا اور یہ ثابت نہ ہوسکا کہ شری اروبندو ہی اصل ایڈیٹر تھے اس لیے ان کو بری کردیا گیا۔

نومبر ۱۹۰۷ء میں شری اروبندو نے مدناپور میں بنگالی صوبائی کانفرنس کے اجلاس میں قوم پرست جماعت کی قیادت کی اور ہگلی کے اجلاس میں بھی وہی قائد تھے۔ شروع سے آخر تک وہ مکمل آزادی پر زور دیتے رہے اور یہ مکمل آزادی اٹوٹ آفاقی نقطۂ نظر کا ایک جزو تھی۔

ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کو اقوامِ عالم میں ایک مشن پورا کرنا ہے اور اس موضوع پر انھوں نے لکھا:

"ایک الوہی طاقت اس تحریک کی پشت پر ہے اور روح زماں سرگرم عمل ہے تاکہ ایک عظیم تحریک وقوع پذیر ہو جس کی دنیا کو اس وقت ضرورت ہے۔ تحریک ایشیا کی بیداری کی تحریک ہے اور ہندوستان کی بیداری نہ صرف

اس وسیع تحریک کا لازمی جزو ہے بلکہ اس کی مرکزی ضرورت بھی ہے۔ ہندوستان اس ایوان کا بنیادی پتھر ہے اور مشترکہ ایشیائی تقدیر کا وارث بھی۔ ایک عظیم تہذیب کی روحانی طاقت کی حیثیت سے ایک آزاد اور متحدہ ہندوستان کا تصور رشیوں کے دلیش میں جنم لے کر اپنی مکمل صورت میں عمل پذیر ہوا۔ یہ طاقت جس کی دنیا کو ضرورت ہے اس کی پشت پر آراستہ ہو رہی ہے۔ یہی ان کا تصور تھا۔ ہندوستان کو کبھی برطانیہ اور برطانوی باشندوں سے نفرت نہیں تھی۔

۲۶ر دسمبر ۱۹۰۷ء کو شری اروبندو نے سورت کانگریس کے مشہور اجلاس میں شرکت کی۔ قوم پرستوں اور اعتدال پسندوں کے درمیان خلیج وسیع ہو گئی تھی۔ اختلاف کی اصل وجہ وہ قرارداد تھی جو کلکتہ اجلاس میں کانگریس نے منظور کی تھی۔ قوم پرست اس کو ایک اساس بنا کر اس پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ اعتدال پسند اس قرارداد کی پابندی کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ مجلسِ استقبالیہ میں ان کی اکثریت تھی اس لیے قوم پرستوں نے اسے کھلے اجلاس میں پیش کرنے کی تجویز کی۔ صدر کے انتخاب پر جھگڑا شروع ہوا۔ سریندر ناتھ نے ڈاکٹر راس بہاری گھوش کا نام پیش کیا تھا۔ تلک نے لاجپت رائے کی تائید کی۔ اعتدال پسندوں کے رضاکار مشتعل ہو گئے اور تلک کو کرسی سے مارنا چاہا۔ قوم پرستوں نے ڈائس پر جوتا پھینکا اور اس پر چڑھ گئے۔ ایک افراتفری مچ گئی اور اعتدال پسندوں نے نظم وضبط کے لیے پولیس کی مدد طلب کی۔ شری اروبندو نے ایک خانگی خط میں لکھا ہے "بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ میں تھا (تلک سے مشورہ کیے بغیر) جس کے حکم کی بنا پر کانگریس درہم برہم ہو گئی۔"

۵۔ علی پور کا مقدمہ

شمالی کلکتہ میں اروبندو کی آبائی جائداد تھی جس کا نام مانک ٹولہ باغ تھا اور وہاں بارن نے انقلابیوں کے لیے ایک مرکز قائم کر رکھا تھا جہاں وہ انقلابی ادب اور گیتا کا مطالعہ کرتے، مراقبہ کی مشق کرتے اور بم بنانے کے تجربے بھی وہاں کیے جاتے تھے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شری اروبندو کا مقصد دہشت پسندی نہ تھا جیسا کہ بعد میں ہو گیا بلکہ وہ سارے ہندوستان میں ایک مسلح انقلاب چاہتے تھے۔ قوم پرستوں کے مکمل آزادی کے مطالبہ پر حکومت خوف زدہ ہو گئی اور انقلابیوں کو ڈرانے کے لیے بے رحمانہ سزائیں دینے لگی۔ کلکتہ کے ایک پریسیڈنسی مجسٹریٹ نے کنگس فورڈ نے ایک ۱۵ سالہ لڑکے سوشیل سین کو اپنے سامنے ہنٹر لگانے کی سزا دی۔ جس کے نتیجے میں سوشیل سین بے ہوش اور نیم مردہ ہو گیا۔ انقلابیوں نے اس اہانت کو اپنے لیے چیلنج مان لیا اور خودی رام بوس اور پرفلا چاکی نے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ کنگس فورڈ نے حالات کو بھانپ لیا اور اپنا تبادلہ مظفر پور کرا لیا۔ ان دونوں نوجوانوں نے اس کا پیچھا کیا۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک گاڑی پر جو کلب سے باہر نکل رہی تھی خودی رام نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ کنگس فورڈ اس میں ہوگا بم پھینک دیا۔ اور دو معصوم خواتین مسز کینڈی اور ان کی بیٹی جو گاڑی میں سوار تھیں، ماری گئیں۔

شری اروبندو کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو انھوں نے بارن کو ہدایت کی کہ تمام کارکنوں اور متعلقہ ساز و سامان مانک ٹولہ باغ سے ہٹا دیا جائے۔ بارن نے

ہدایت کی تعمیل تو کی مگر پوری طرح نہیں۔ اس غلطی کی وجہ سے اسے اور دوسروں کو سخت نتائج بھگتنے پڑے۔ ۲ر مئی ۱۹۰۸ء کو پولیس پارٹی نے باغ پر دھاوا کیا۔ بموں اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، بارن اور اس کے ساتھی گرفتار کر لیے گئے۔

حکومت جو عرصے سے اروبندو کو گرفت میں لینے کی منتظر تھی اب اسے موقع مل گیا گو کہ کنگس فورڈ اور مقتولہ عورتوں کے حادثوں میں ان کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔

۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو علی الصبح پولیس نے ان کے گھر پر جو گرے اسٹریٹ میں تھا دھاوا کیا اور انھیں گرفتار کر لیا۔ گھر کی مکمل تلاشی لی گئی اور ان کی نجی تحریریں، خطوط وغیرہ سب ضبط کر لیے گئے

شری اروبندو کو لال باغ کے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا اور وہاں سے علی پور جیل۔ ان کی جیل کی زندگی زیر تفتیش قیدی کی حیثیت سے ۵ر مئی ۱۹۰۸ء کو شروع ہوئی۔ دوسرے سال ۶ر مئی کو ان کی رہائی عمل میں آئی۔ اس طرح علی پور مقدمہ کا آغاز ہوا۔ ملزموں کی جملہ تعداد ۴۹ تھی اور گواہوں کی تعداد ۲۰۶۔ ۴۰۰ دستاویزات داخل کی گئیں اور پانچ ہزار اشیا جو بموں، ریوالوروں، گولہ بارود، فیتلے اور زہریلے ایسڈ وغیرہ پر مشتمل تھیں، عدالت میں پیش کی گئیں۔ ملزموں میں سے ایک ملزم نریندر گوسوامی وعدہ معاف گواہ بن گیا تھا، اسے کنائی لال دت اور ستیندر بوس نے گولی سے مار ڈالا اس کی پاداش میں کنائی لال دت کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور اسے جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ ایڈیشنل سشن جج جس نے شری اروبندو اور دوسروں کے مقدمے کی سماعت کی تھی ایک سویلین تھا، جس کا نام سی بی بیچ کرافٹ تھا اور جو کیمبرج کے کنگس کالج میں شری اروبندو کا ہم عصر رہا تھا۔ دونوں کالج کے غیر معمولی طالب علم (اسکالرز) تھے اور فائنل امتحان میں ملزم اروبندو نے بیچ کرافٹ کو یونانی میں مات دے دی تھی۔

ملزموں کو تاروں کی باڑ کے پیچھے رکھا گیا تھا اور پولیس ہر وقت سنگینیں سیدھی کیے حفاظت کے لیے کھڑی رہتی تھی۔ چیف پراسیکیوٹر آرڈلے نارٹن مقدمے کے سارے دوران پانچ گولیوں سے بھرا ہوا ریوالور بریف کیس پر رکھے رہتا تھا۔ شری اروبندو کو سزا دلوانے کی پوری کوششیں کی گئیں۔ جج کرانفٹ نے اپنے فیصلے کے ابتدائی حصے میں لکھا "اب میں اروبندو گھوش کا کیس لیتا ہوں جو اس مقدمہ میں سب سے اہم ملزم ہیں۔ وہ ایسے ملزم ہیں جنھیں استغاثہ دوسروں کے مقابلے میں سزا دلوانے کے لیے زیادہ بے چین ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ کٹہرے میں ان کی موجودگی کی وجہ سے مقدمہ کو اتنی دیر لگی ورنہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔"

چترنجن داس نے، جنھوں نے شری اروبندو کی طرف سے پیروی کی، شری اروبندو کے بیان سے یہ حصّہ عدالت میں پڑھ کر سنایا:

"آپ کے سامنے میرا سارا کیس اس طرح ہے۔ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنے ملک کے سامنے آزادی کے آدرش کا پرچار کیا ہے جو قانون کے خلاف ہے تو میں اس الزام کو تسلیم کرتا ہوں۔ اگر آزادی کے نصب العین کا پرچار جرم ہے تو میں مانتا ہوں کہ میں نے یہ جرم کیا ہے مجھے کبھی اس سے انکار نہیں رہا۔ میں نے مغرب کے سیاسی فلسفے کے اصولوں کو اپنایا ہے۔ میں نے اسے ویدانت کی لافانی تعلیمات کے ساتھ آمیز کیا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ملک کے سامنے اس پرچار کے واسطے مجھے مامور کیا گیا ہے تاکہ اس ملک کو احساس دلاؤں کہ ہندوستان کو اقوامِ عالم میں ایک مشن ادا کرنا ہے۔ اگر میرا قصور یہی ہے تو آپ مجھے پابہ زنجیر کر سکتے ہیں، جیل میں ڈال سکتے ہیں۔ مگر آپ مجھ سے کبھی اس الزام کی تردید نہ کرا سکیں گے۔ میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کا لہ ازادی کا پرچار کرنے کا الزام قانون کی کسی بھی دفعہ کی تحت مجھ پر نہیں لگایا جا سکتا اور جن دوسری باتوں کے الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں،

میں یہ کہوں گا کہ ریکارڈ میں ایسی کوئی شہادت موجود نہیں ہے اور جو کچھ شہادت میں پیش کیا گیا ہے وہ میرے قلب و دماغ کے ان رجحانات کے قطعی خلاف ہے جن کا میں پرچار کرتا رہا ہوں۔"

داس نے اس کے بعد عدالت کو اس طرح مخاطب کیا۔

"آپ سے میری یہ اپیل ہے کہ جس شخص کے خلاف الزام لگائے جا رہے ہیں اور جسے ملزم گردانا جا رہا ہے وہ نہ صرف اس وقت عدالت کے کٹھرے میں کھڑا ہے بلکہ تاریخ کی برتر عدالت کے کٹھرے میں بھی استادہ ہے اور میری اپیل آپ سے یہ ہے کہ برسوں بعد جب ہنگامے اور شورشیں ختم ہو جائیں گی، برسوں بعد جب اس شخص کی زندگی نہ رہے گی، اس کو ایک محبِ وطن شاعر، ایک قوم پرست پیغمبر اور ایک انسانیت کے پریمی کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا! جب وہ اس عالمِ رنگ و بو سے رخصت ہو جائے گا تو اس کے الفاظ کی گونج نہ صرف ہندوستان میں بلکہ سمندروں سے پرے دور دراز ملکوں میں بھی سنائی دیتی رہے گی۔ اسی لیے میں نے کہا ہے کہ وہ نہ صرف اس عدالت کے سامنے کھڑا ہے بلکہ تاریخ کی عدالت کے سامنے بھی!

"جناب عالی آپ کے لیے وقت آگیا ہے کہ آپ اپنے فیصلے پر غور کر لیں۔ میں جناب سے انگریزی عدالت کی بہترین اور عظیم روایات کا واسطہ دے کر جو انگریزی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہیں، اپیل کرتا ہوں۔ میں آپ سے قانون کے اُن ہزاروں اصولوں کا واسطہ دے کر جو انگریزی عدالت کا طرۂ امتیاز رہے ہیں اپیل کرتا ہوں۔ میں ان ممتاز ججوں کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں جنھوں نے قانون کو اس طرح برتا کہ نہ صرف قانون کی تعمیل کرائی بلکہ قانون کے لیے ان سب کے دلوں میں جن کے مقدموں میں انھوں نے فیصلے دیے ایک احترام کا جذبہ بھی پیدا کیا، میں تاریخِ انگلستان کے درخشاں باب کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہنے پائیں کہ ایک انگریز جج انصاف کرنا بھول گیا۔" اس کے بعد

ہندوستانی جیوری سے داس ان الفاظ میں مخاطب ہوئے:

"اے صاحبو! آپ سے میں اس آدرش کا واسطہ دے کر جس کا پرچار اروبند و نے کیا اور ہمارے ملک کی ساری روایات کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ اروبندو کے دو ہم وطن بھی جذبات اور تعصبات کے زیر اثر وقت کے شور و شغب سے مغلوب ہو گئے۔"

آخر میں عدالت کا فیصلہ صادر ہوا۔

"نرائن بخش، سیلندر کمار سین، نلنی کانت گپتا، پورن چندر سین، بجے کمار ناگ، کنج لال شبا، ہیمندر ناتھ گھوش، دھرنی ناتھ گپتا، برنیدر ناتھ گھوش، بجے بھٹاچاریہ، ہیم چندر سین، پربھاش چندر ڈے، دین دیال بوس، نکلیشور رائے مولک، دیبابرا ٹا بوس، اربندا گھوش، ان سب کو میں دفعہ ۱۲۱، ۱۲۱ الف اور ۱۲۲ کے تحت بے گناہ پاتا ہوں اور تمام ملزم دفعہ ۱۲۳ کے تحت بھی بے گناہ ہیں۔" سی۔ بی۔ بیچ کرافٹ نے اگرچہ شری اروبندو اور وہ لوگ جن کے نام دیے گئے ہیں بری کر دیے گئے مگر دوسروں کو سزا سنائی گئی۔ بارن اور الہاس کو موت کی سزا دی گئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ بہر حال وہ ۱۹۲۰ء میں رہائی پا گئے۔

۶۔ یوگا

علی پور مقدمے سے بریّت کے بعد شری اروبندو کے ارضی مشن میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ ان کو اندرونی طور پر یہ بشارت ہو چکی تھی کہ ہندوستان کی آزادی یقینی ہے۔ ملک کے سامنے منزل کا اور اس تک پہنچنے کے ذرائع کا تعین پہلے ہی ہو چکا تھا اور اب ان کو اگلے اقدام کے لیے تیار ہونا تھا اور وہ اقدام تھا ساری انسانی نسل کی نجات۔ جب وہ جیل میں تھے تو ان کی اندرونی آواز نے کہا "تمھارے لیے مجھے ایک دوسرا کام کرنا ہے اور اسی لیے میں تم کو یہاں لایا ہوں تاکہ تم اپنے طور جو نہیں سیکھ سکتے تھے وہ تم کو سکھلا دوں اور تمھیں اپنے کام کی تربیت دوں۔

جیل سے رہائی کے بعد پہلی تقریر جو انھوں نے اُتر پاڑا میں کی تھی، انھوں نے کہا "میں اب یہ نہیں کہتا کہ قوم پرستی ایک مسلک ہے یا ایک مذہب ہے یا ایک عقیدہ ہے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سناتن دھرم ہے جو ہمارے لیے قوم پرستی ہے۔ ہندو قوم سناتن دھرم کے ساتھ پیدا ہوئی، اس کے ساتھ متحرک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی پروان چڑھی ہے۔ اگر سناتن دھرم پر زوال آجائے تو قوم پر بھی زوال آجاتا ہے اگر سناتن دھرم میں اثر ہونے کے باوجود ختم ہونے کے عناصر موجود ہیں تو وہ ختم ہو جائے گا۔ سناتن دھرم یعنی قوم پرستی ہی میرا پیغام ہے جو میں آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں۔" انھوں نے کرما یوگن میں بھی ۱۹۰۹ء میں لکھا: "یوگا وصلِ خداوندی ہے" علم کے لیے، محبت کے لیے یا عمل کے لیے یوگی راست تعلق قائم کر لیتا ہے اس سے جو انسان کے اندر

اور انسان کے خارج میں علیم و بصیر اور قادرِ مطلق ہے، وہ لامحدود سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے وہ الوہی قوت رحمت کو دنیا والوں پر برسانے کے لیے خدائی واسطہ بن جاتا ہے چاہے وہ خاموش فیض رسانی کی صورت میں ہو یا عملی نیکی کے طور پر۔

جب انسان خودی کے دلدل سے نکل کر اپنے آپ کو اوپر اٹھاتا ہے اور دوسروں کے لیے زندہ رہتا ہے، دوسروں کے مسرت و غم کے لیے جب وہ مکمل طریقے پر کام کرتا ہے محبت و جوش کے ساتھ اور نتائج کی فکر سے پیچھا چھڑا لیتا ہے اور نہ کامرانی کا بے چینی سے منتظر رہتا ہے، اور نہ شکست سے خوف زدہ اور جب وہ خدائی کاموں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے اور اپنا ہر خیال، لفظ، اور عمل الوہی قربان گاہ پر نذر کر دیتا ہے۔ جب وہ خوف اور نفرت، کراہیت، بے زارگی، چاہت سے اپنے آپ کو آزاد کر لیتا ہے اور فطرت کی قوتوں کی طرح کام کرتا ہے، بغیر کسی عجلت کے بغیر آرام لیے، ناگزیر اور مکمل طور پر۔ جب وہ اس خیال سے اوپر اُٹھتا ہے کہ آیا وہ جسم ہے یا قلب ہے، یا ذہن ہے یا ان سب کا مجموعہ ہے اور اپنے وجودِ اصلی کو پا لیتا ہے۔ جب وہ اپنی لافانیت اور موت کی عدم حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، جب وہ علم کی باخبری کے تجربوں سے گزرتا ہے اور اپنے آپ کو غیر فعال محسوس کرتا ہے اور الوہی قوت کو اپنے ذہن، اپنے الفاظ، اپنے حواس اور اپنے اعضا کے ذریعے بلا مزاحمت کارفرما پاتا ہے، اس طرح جب وہ جو کچھ ہے اُسے چھوڑ دیتا ہے اور تب وہ جو کچھ کرتا ہے تمام عالم کے لیے کرتا ہے، وہ جب انسانیت کا چاہنے والا اور مدد کرنے والا بن جاتا ہے تو انسان مستقل طور پر خدا کی ذات میں بس جاتا ہے اور رنج و محن، اضطراب اور بے جا ہیجان، ان سب سے محفوظ ہو جاتا ہے اور یہی یوگا ہے۔ حفظِ نفس، آسن، ارتکاز، عبادت، مناسک، مذہبی رسوم یہ سب کچھ بجائے خود یوگا نہیں ہیں بلکہ یوگا کے حصول کا ایک ذریعہ ہیں۔ یوگا ایک خطرناک اور مشکل راستہ نہیں ہے بلکہ ان کے لیے جو اندرونی رہنما اور ہادی کی پناہ میں چلے جاتے ہیں، ایک آسان اور محفوظ راستہ ہے۔

سب انسان اس منزل پر پہنچنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں کیوں کہ ایسا کوئی انسان نہیں ہے جس کی نظرت میں طاقت یا عقیدہ، یا محبت پنہاں نہ ہو اور ان میں کوئی ایک بھی ایسی قوت ہو سکتی ہے جو یوگی کے لیے ایک مناسب عصا کا کام دے سکتی ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ایک ہی جنم میں سب اس راہ کے بلند ترین مقام تک نہیں پہنچ سکتے مگر سب آگے تو بڑھ سکتے ہیں۔ اور جیسے جیسے راہ طے ہوتی ہے اسی تناسب سے انسان سکون، قوت اور مسرّت سے ہم کنار ہوتا ہے اور اس دھرم (Dharma) کا ذرا سا حصّہ بھی انسان یا قوم کو خوفِ عظیم سے نجات دلا دیتا ہے۔ ہم اس کو دہرانا چاہتے ہیں کہ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ روحانیت ایک ایسی چیز ہے جو زندگی سے الگ تھلگ ہے۔ اشا اپ نشد میں ہے کہ" سب کچھ چھوڑ دو تا کہ ساری خوشی تم کو حاصل ہو۔ اپنے اعمال میں پختہ رہو اور دوسروں کے مال کا لالچ نہ کرو اور سو سال زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ انسانی حرکت و عمل کے بندھن سے چھٹکارا پانے کی اور کوئی راہ اس کی سوا تمھارے لیے کھلی نہیں ہے۔ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ مذہب کی بلندیاں اس دنیا کی جد وجہد سے پرے ہیں۔ شری کرشن، ارجن کو بار بار آواز دے کر اسی جد وجہد پر زور دیتے رہے: "لڑو اور دشمن کا تختہ الٹ دو۔ مجھے یاد کرو اور لڑو۔ اپنے سارے کام میرے سپرد کر دو، ایسے دل سے جو روحانیت سے معمور اور جو ہوا و ہوس سے خالی اور خود غرضانہ مطالبات سے پاک ہو، لڑو تاکہ تمھاری روح کا بحران تمھارا پیچھا چھوڑ دے"

یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اگر مذہبی آدمی اپنی معمولی سرگرمیوں کو نہ چھوڑے تب بھی وہ دنیا کے سخت کاموں کے لیے زیادہ پاک، زیادہ بزرگ، زیادہ محبت والا یا زیادہ غیر جذباتی ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف گیتا کے جواب سے بڑھ کر حرف آخر والی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی: "جو کوئی اپنی ذات کو خودی سے آزاد کرا لیتا ہے، جو کوئی اپنی روح کو اس عذاب میں نہیں ڈالتا کہ عمل کے اثر کو قبول کرے" اگر وہ ساری دنیا کو

ہلاک کردے تو بھی وہ قاتل نہیں ہے اور نہ اپنے عمل کا اسیر ہے۔'

شری اروبندو نے جس یوگا کا آغاز بڑودہ میں کیا تھا اب راست اور کھلے طور پر وہ ان کی زندگی کا مقصد بن گیا۔ ان کا یوگا جس کو اٹوٹ یا مکمل یوگا کہتے ہیں تین بنیادی اجزا پر مشتمل ہے: آرزو، سپردگی، اور انکار۔

۱۹۰۴ء ہی سے اُنھوں نے حفظ نفس کی عادت ڈالی۔ انھوں نے اپنے تجربوں کو اس طرح بیان کیا ہے: "یہ تجربے حیرت انگیز تھے۔ بہت سے مناظر اور شکلوں کی پرچھائیاں میں دیکھا کرتا تھا۔ میں اپنے اطراف میں ایک برقی قوت محسوس کرتا تھا۔ میری تحریر کی قوت جو تقریباً ختم ہو چکی تھی اب وہ نئی صلاحیت کے ساتھ عود کر آئی تھی۔ اب میں نثر اور نظم روانی کے ساتھ لکھ سکتا تھا اس کے بعد اس روانی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اگر میں نے اس کے بعد کچھ نہیں لکھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے کچھ اور کام تھے۔ مگر میں جس لمحہ بھی لکھنا چاہوں قلم کی روانی موجود رہتی ہے۔"

"تیسری چیز میری غیر معمولی صحت ہے۔ میں مضبوط اور تنومند ہو گیا۔ میری جلد کا رنگ صاف ہو گیا اور وہ جھریوں سے پاک ہو گئی اور لعابِ دہن میں بھی ایک طرح کی مٹھاس آگئی۔ میں اپنے سر کے گرد خوشبو کا ایک ہالہ سا محسوس کرنے لگا۔ وہاں مچھر کثرت سے تھے مگر مجھے چھوتے نہ تھے"۔ انھوں نے کچھ دوسرے تجربے بھی بیان کیے ہیں۔ "تب وہاں ایک سنیاسی آیا۔ ناگا۔ جس نے مجھے کالی کا بھجن دیا جو بہت ہی تشدد پسند تھا اور جس میں ہلاکت کا عنصر تھا۔ میں اسے دہراتا رہا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ میں نے برہانندا کی موت کے بعد گنگا ناتھ کی زیارت کی جب کہ کیشونندا وہاں موجود تھے۔ اس وقت سے میں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا اور جسمانی نظام میں ایک طرح کی پاکیزگی محسوس کرنے لگا۔

میں اپنے یوروپی ذہن کی وجہ سے اُس وقت خدا پر عقیدہ نہیں رکھتا تھا۔ میں

کرنالی کے پاس گیا ہوا تھا جہاں کئی مندر ہیں وہاں ایک کالی کا مندر بھی ہے۔ جب میں نے کالی کی مورتی کی طرف نظر ڈالی تو مجھے کالی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ پہلی بار خدا کی موجودگی کا میں معتقد ہو گیا۔

"میں جب بنگال گیا اور سیاسی کاموں میں مصروف ہو گیا تو حفظِ نفس کے عمل میں باقاعدگی باقی نہ رہی تھی اور میں سخت بیمار ہو کر مرنے کے قریب ہو گیا تھا۔"

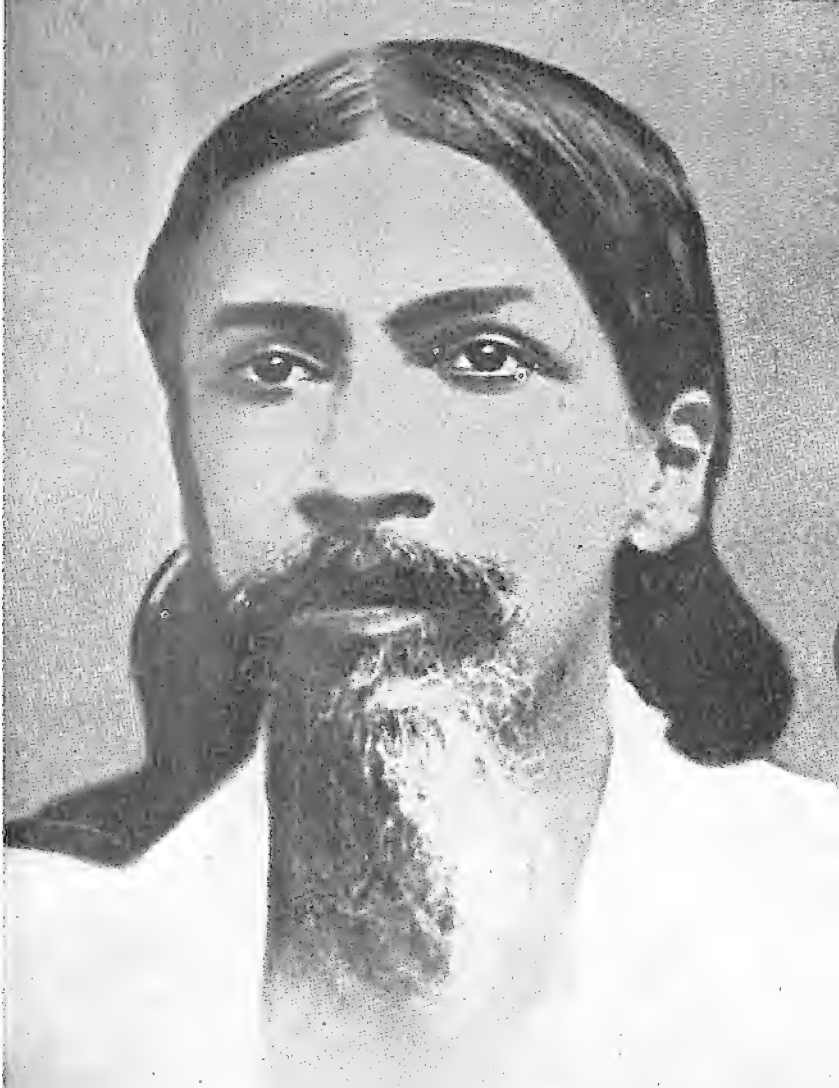
شری اروبندو کو حفظِ نفس کی عادت ڈالنے سے پہلے کچھ فی الواقع روحانی تجربے ہوئے۔ جیسے ہی وہ ۱۸۹۳ء میں انگلستان سے واپس ہوئے اور بمبئی کے اپالو بندر پر قدم رکھا انھیں تجربہ ہوا کہ ایک لامتناہی سکون ان پر طاری ہو رہا ہے۔ اس تجربے کا ذکر دوسرے باب میں کیا جا چکا ہے۔ اپریل ۱۹۰۳ء میں جب وہ کشمیر کی سیاحت کر رہے تھے تو انھوں نے شنکر اچاریہ کی پہاڑی کی زیارت کی جسے تختِ سلیماں بھی کہا جاتا ہے اور یہاں جو تجربے ہوئے اس میں انھوں نے لامحدود خدا کو محسوس انداز میں پایا۔ انھوں نے اپنے اس تجربے کو اپنی نظم 'ادویتا' میں ظاہر کیا ہے۔

ادویتا

"میں بلند و بالا شاہراہ پر چلتا ہوا تختِ سلیمان پر پہنچا
جہاں وقت کی طویل لامتناہیت کے مقابل دھرتی کی پشت پر بے حقیقت فضا
میں شنکر اچاریہ کا چھوٹا مندر کھڑا تھا۔
مرے ارد گرد ایک بے ہیئت تنہائی چھا گئی،
تمام ماحول ایک اجنبی بے نام مبہم اکائی بن گیا
ایک ناپید تنہا حقیقت، بے لباس دنیا جس کی کوئی سمت
کوئی تھاہ نہیں، مکمل طور پر ساکت اور خاموش۔



اردبندو بہ عمر ۱۱ سال جب وہ ڈریوٹ کے ساتھ مانچسٹر میں رہتے تھے



سنہ ۱۹۲۰ء پانڈیچری میں



مدر



اپریل ۱۹۵۶ء۔ انتقال سے آٹھ ماہ پہلے

ایک سناٹا جسے وجود کی واحد زبان کہیے
ایک نا معلوم اور بے آواز ابتدا، جو لمحہ بھر کو دیکھی اور سنی جانے والی
شے کو معدوم کر دے۔
ایک ناقابلِ ترسیل بلندی پر حاوی ایک مجرد سکوت اور خلا،
اٹوٹ شانتی،
رموزِ فطرت کے بے زبان مظاہر کو گھیرے ہوئے۔"

۱۹۰۱ء میں سری اروبندو پر چند پر اسرار مظاہر کا انکشاف ہوا یہ اس وقت ہوا جب بارن پلان شیٹ پر اپنے تجربے کر رہے تھے اس زمانے میں بارن نے روحانیت پر ایک کتاب پڑھی اور پلان شیٹ پر تحریر اور ٹیبل کے تجربے شروع کیے۔ یہ تجربے بہت ہی دل چسپ ثابت ہوئے جیسا کہ ذیل کے واقعات سے ظاہر ہوگا:

(۱) ایک بار بارن نے اپنے والد ڈاکٹر کے۔ ڈی۔ گھوش کو پلان شیٹ پر بلایا۔ جواب آیا کہ وہ وہاں موجود ہیں تب ان سے کہا گیا کہ وہ اپنی شناخت کی کوئی نشانی دیں یا کوئی ثبوت۔ انھوں نے بارن کو یاد دلایا کہ انھوں نے ایک سونے کی گھڑی بارن کو دی تھی۔ یہ بات بارن بالکل بھول گئے تھے مگر اب یاد آ گئی تھی۔ اس کے بعد بارن نے روح سے کہا کہ وہ اپنی شناخت کا کوئی مزید ثبوت دیں تو روح نے مسٹر دیودھر کے مکان کی دیوار پر ایک خاص تصویر کی موجودگی کا ذکر کیا۔ چھان بین پر ایسی کسی تصویر کی موجودگی ثابت نہ ہو سکی۔ اس روح سے جو اپنے آپ کو ڈاکٹر کے۔ ڈی۔ گھوش ظاہر کر رہی تھی یہ بات بتلائی گئی تو اس نے کہا "اس کی مزید چھان بین کی جائے"۔ اس کے بعد تفصیلی چھان بین کی گئی تو پتہ چلا کہ تصویر وہاں موجود ہے مگر سفیدی وغیرہ نے اسے چھپا دیا تھا۔

(۲) ایسے ہی ایک دوسرے موقع پر عظیم قومی رہنما تلک بھی موجود تھے۔

ڈاکٹر کے۔ڈی۔گھوش کی روح کو بلایا گیا اور پوچھا گیا کہ یہ کس قسم کے آدمی ہیں۔جواب ملا "جب تمھارے سارے کام تباہ ہو جائیں گے اور بہت سے لوگ اپنے سر جھکا لیں گے تو یہ شخص اپنا سر اونچا رکھے گا" اور یہ صحیح ثابت ہوا۔

(۳) ایک بار رام کرشن پرم ہنس کو بلایا گیا اور سوالات پوچھے گئے۔ بڑی دیر تک وہ خاموش رہے مگر جب وہ جانے لگے تو کہا۔"مندر بناؤ، مندر بناؤ"۔

بڑودہ میں دوسرا دلچسپ تجربہ ایک حادثہ کے سلسلے میں ہوا جو وقوع ہونے سے بال بال رک گیا۔

شری اروبندو اپنی گاڑی میں کیمپ روڈ سے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ باغ عامہ کے قریب ہی انھیں ایک حادثے کے امکان کا احساس ہوا اور انھیں پتہ چلا کہ اس حادثہ کو روکنے کے عزم نے ان میں وجود کی روشنی پھیلا دی ہے اور وہ روشنی وہاں موجود تھی تاکہ موقع کی نزاکت پر گرفت پا کر تفصیلات پر قابو حاصل کر لے۔

شری اروبندو نے بیماری کے دوران عبادت کے تجربے کو بیان کیا ہے۔"میرے چچا کی لڑکی ٹائیفائڈ سے مرنے کے قریب ہو گئی۔ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور کہا کہ اب دوا کی نہیں دعا کی ضرورت ہے تب انھوں نے دعائیں مانگیں اور ان دعاؤں کے بعد لڑکی کو ہوش آ گیا"۔

اس طرح کی دوسری مثال مادھوراؤ کے لڑکے کی ہے جو نوساری میں بستر مرگ پر تھا ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔مادھوراؤ نے اپنے خاندان والوں کو ٹیلیگرام کیا کہ دوائیں بند کر دو اور خدا سے دعا مانگو۔جب دعائیں مانگیں گئیں تو لڑکا اچھا ہو گیا۔اس واقعہ کا مجھے خوب علم ہے۔چوں کہ مادھوراؤ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا"۔

شری اروبندو کو بیماری کے افاقہ کے سلسلہ میں یوگا کی قوت کا راست ثبوت بھی ملا۔ جب ایک ناگا سادھو نے منتر سے بارن کو پہاڑی بخار سے بچا لیا۔ انھیں یہ بخار اس وقت چڑھا جب بارن امرکنٹک پہاڑیوں میں گھوم رہے تھے۔ سادھو نے پانی کا ایک گلاس لیا اور منتر دہراتے ہوئے پانی کو چاقو سے کاٹتا رہا۔ اس کے بعد اس نے بارن سے کہا کہ یہ پانی پی لو کل تک بخار نہیں رہے گا اور بخار نے واقعی بارن کا پیچھا چھوڑ دیا۔

شری اروبندو کے اپنی بیوی مرنالنی کے نام کے خطوط سے ان کی روحانی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ ۳۰ اگست ۱۹۰۵ء کو انھوں نے اپنی بیوی کو لکھا:

"ساری دنیاوی خواہشات کا ناگزیر نتیجہ مصائب کا برداشت کرنا ہے۔ مجھ میں تین طرح کے جنون ہیں۔ پہلا یہ کہ میرا پختہ عقیدہ ہے کہ جو بھی نیکی ذہنی صلاحیت، اعلیٰ تعلیم، علم اور دولت خدا نے مجھے دی ہے وہ سب کچھ اسی کی ہے۔ مجھے صرف یہ حق حاصل ہے کہ اپنے خاندان کی کفالت کے لیے جتنا ضروری ہے اتنا ہی خرچ کروں اور ناگزیر ضرورت پر صرف کروں۔ ایک دوسری کمزوری جس نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا وہ یہ ہے کہ چاہے کسی طرح ہو مگر مجھے خدا کا قرب یا معرفتِ الٰہی براہِ راست مل جائے۔ آج کا مذہب عبارت ہے خدا کا نام کئی بار دہرانے سے اور ہر شخص کے سامنے اس کی عبادت کرنے سے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کوئی شخص کتنا مذہبی ہے۔ مجھے یہ نہیں چاہیے اگر خدا موجود ہے تو اس کی موجودگی محسوس کرنے اور اس کے وجود کے عرفان کے لیے کوئی طریقہ بھی ہونا چاہیے۔ یہ راستہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو مگر میں نے عزم راسخ کر لیا ہے کہ یہی راہ اختیار کروں گا۔

"ہندو دھرم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ راہ انسان کے اپنے نفس اور قلب میں موجود ہے۔ اس راہ کو اختیار کرنے کے قابل بننے کے لیے جو اصول مقرر ہیں وہ بھی مجھے ودیعت ہوئے ہیں۔

"تیسرا جنون یہ ہے۔ دوسرے لوگ ملک کو ایک جامد شے سمجھتے ہیں۔ بس یہ جانتے ہیں کہ وہ میدانوں، کھیتوں، جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں پر مشتمل ہے۔ مگر میں اپنے ملک کو ماں سمجھتا ہوں اور ماں ہی کی طرح اس کے سامنے سر جھکاتا اور اس پر عقیدت کے پھول چڑھاتا ہوں۔ ایک بیٹا کیا کرے گا، جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کی ماں کی چھاتی پر ایک راکشش بیٹھا اس کا خون چوس رہا ہے۔ کیا وہ آنکھ بند کرکے روزانہ کے کام کرتا رہے گا۔ اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مسرور زندگی بسر کرتا رہے گا یا وہ اپنی ماں کو مصیبت سے نجات دلانے کے لیے دوڑ پڑے گا۔

"میں مانتا ہوں کہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اس گری ہوئی قوم کو اوپر اٹھاؤں۔ یہ طاقت مادی نہیں ہے کیوں کہ میں کسی تلوار یا بندوق سے نہیں بلکہ علم کی قوت سے لڑوں گا ایک سپاہی کی طاقت ہی صرف طاقت نہیں ہے۔ ایک برہمن کے پاس بھی طاقت ہے، جس کی بنیاد علم پر ہے۔ میرے اندر یہ کوئی نیا جذبہ نہیں ہے اور نا ہی یہ حالیہ پیداوار ہے۔ میں اس جذبہ کو لے کر پیدا ہوا۔ یہ میرے وجود کا جُزو ہے۔ خدا نے مجھے اسی لیے زمین پر بھیجا ہے کہ میں اس کے عظیم مشن کی تکمیل کروں۔"

۷ فروری ۱۹۰۸ء کا جو خط ہے اس میں روزمرہ زندگی میں مشیت الٰہی کے سامنے ان کی مکمل سپردگی کا انکشاف ہوتا ہے۔

"۴ جنوری کو تم سے ملنے کا پروگرام ہو چکا تھا مگر میں نہ آسکا یہ میری اپنی وجہ سے نہیں ہوا۔ مجھے وہیں جانا پڑا جہاں خدا نے مجھے لے جانا چاہا۔ اس وقت میں کسی اپنے کام سے نہیں گیا۔ میں گیا خدا کے کام کے لیے۔ میرے قلب کی کیفیت اس وقت بالکل بدل گئی ہے، اس سے زیادہ میں اس خط میں انکشاف نہیں کروں گا۔ تم یہاں آؤ تب بتاؤں کہ مجھے کیا کیا کہنا ہے۔ صرف یہی ایک بات اس وقت کہی جاسکتی ہے کہ اب میں اپنا مختار آپ نہیں رہا میرا حال کٹھ پتلی کا سا ہے جہاں خدا چاہے لے جائے، مجھے

کٹھ پُتلی کی طرح تعمیل کرنا ہے جو بھی وہ مجھ سے کرانا چاہتا ہے، کرنا ہے۔"

بہرحال مرنالینی دیوی اس سپردگی کی پوری بہار نہ دیکھ سکیں ۱۱ سال بعد دسمبر ۱۹۱۸ء میں پانڈی چیری جاتے ہوئے انفلوئنزا میں ان کا انتقال ہو گیا۔

دسمبر ۱۹۰۷ء میں شری اروبندو نے بارن سے کسی ایسے شخص سے ملانے کے لیے کہا جو یوگا میں ان کی مدد کر سکے۔ بارن نے مہاراشٹر کے ایک یوگی وشنو بھاسکر لے لے، کے متعلق سنا تھا بارن نے انھیں بڑودہ بلوایا۔ شری اروبندو نے سردار مزمدار کے مکان کی آخری منزل کے چھوٹے سے کمرے میں تین دن "لے لے" کے ساتھ گزارے۔

"بیٹھ جاؤ" لے لے نے ان سے کہا " نظریں اُٹھاؤ تو تم دیکھو گے کہ تمہارے خیالات باہر سے تم میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ تم میں داخل ہوں اُنھیں پیچھے دھکیل دو۔"

شری اروبندو بیٹھ گئے۔ نظریں اٹھائیں تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی جب انھوں نے ٹھوس انداز میں دیکھا اور محسوس کیا کہ خیالات ان کی طرف بڑھ رہے ہیں تاکہ سر میں اوپر سے داخل ہوں مگر انھوں نے خیالات کو اندر داخل ہونے سے پہلے اسی ٹھوس انداز میں پیچھے دھکیل دیا۔ تین دنوں میں —— بلکہ دراصل ایک ہی دن میں ان کا قلب ابدی خاموشی سے بھر گیا۔ یہ معرفتِ خاموشی تھی۔ لامکاں اور لا محدود برہمن کے روپ میں۔ شری اروبندو کے چار عظیم درجات معرفت میں سے یہ پہلا درجہ تھا جس پر ان کے یوگا کی بنیاد قائم ہے۔

پہلا درجۂ معرفت انھیں دنیا کے مکمل بے حقیقت ہونے کے لامحدود احساس و ادراک کے ابتدائی مرحلہ میں ہی حاصل ہوا تھا۔ یہ احساس علی پور جیل میں دوسرے درجۂ معرفت کے بعد غائب ہو گیا۔ دوسرا درجۂ معرفت یہ تھا کہ کائناتی شعور اور الوہیت ہی وجودِ تمام اور سب کچھ ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ۱۹۰۸ء کے بعد جب انھوں نے لے لے کے ساتھ مراقبہ کیا اور ذہن کی خاموشی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی تو ان کے سارے کام اور سرگرمیاں جیسے لکھنا یا تقریریں کرنے کی ساری قوت ایسے سرچشمے سے پھوٹ رہی تھی جو ماورائے ذہن تھا۔

جنوری ۱۹۰۸ء میں وہ بمبئی گئے۔ خاموش برہمن شعور میں ڈوبے ہوئے۔ اس کیفیت میں کوئی خیال اُن کے دماغ میں داخل نہیں ہوا۔ وہاں انھیں نیشنل یونین میں لکچر دینا تھا انھوں نے لے لے سے پوچھا "مجھے کیا کرنا چاہیے"۔ لے لے نے ان سے کہا "جلسہ میں جاؤ، حاضرین کو نارائن کی طرح نمسکار کرو تب کوئی آواز خود بولنے لگے گی" اس طرح حقیقت میں تقریر پھوٹ نکلی۔ لے لے سے رخصت ہونے سے پہلے انھوں نے ہدایات مانگیں۔ جب لے لے تفصیلی ہدایات دے رہے تھے تو شری اروبندو نے ایک منتر کا ذکر کیا۔ جو ان کے قلب میں اُبھر آیا تھا۔ لے لے نے ان سے کہا کہ "جس نے تم کو منتر دیا ہے اس پر مکمل بھروسہ رکھو اور اس کے بعد مزید ہدایتوں کی ضرورت نہیں"۔ اس طرح اروبندو نے ان کے اندر جو الوہی رہنما تھا اپنے آپ کو بالکل اس کے حوالہ کر دیا۔ برسوں بعد انھوں نے لکھا:

"اندرونی الوہی رہنما نے مجھ سے کہا کہ آگے بڑھتا رہوں، تجربے پر تجربہ حاصل کرتا بلند سے بلند ہوتا آخری منزل سمجھ کر کہیں نہ رکتا آگے بڑھتا رہوں یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچ جاؤں جہاں سے مافوق ذہن کی جھلک یا جلوہ مجھے نظر آجائے"۔

ان کا دوسرا درجۂ معرفت جو علی پور جیل میں حاصل ہوا اس کو انھوں نے اپنی اُترپاڑا کی مشہور تقریر میں بیان کیا ہے "خدا نے میرے جیلرز کے دل میری موافقت میں بدل دیے اور ان لوگوں نے اس انگریز سے جو جیل کا انچارج تھا

کہا" یہ جیل میں تکلیف میں ہیں۔ کم از کم ان کو صبح و شام آدھا گھنٹہ جیل کی کوٹھری سے باہر ٹہلنے کا موقع ملنا چاہیے" اس طرح باہر چہل قدمی کا انتظام ہوگیا اور اس چہل قدمی ہی کے دوران پھر وہی الوہی قوت مجھ میں داخل ہو گئی۔ میں نے جیل کی طرف دیکھا جس نے مجھے انسانوں سے الگ تھلگ کر دیا تھا تو میں نے محسوس کیا یہ جیل کی چار دیواری نہیں تھی جس میں میں محبوس تھا بلکہ چاروں طرف سے واسودیو (خدا) سے گھرا ہوا تھا۔ میں اپنی کوٹھری کے سامنے درخت کی شاخوں کے نیچے سے گزرتا تھا تو یہ جانتے ہوئے کہ یہ درخت نہیں بلکہ واسودیو ہے، سری کرشن ہیں جن کو میں نے وہاں کھڑا دیکھا اور یہ بھی کہ وہ مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی کوٹھری کے کھلے ہوئے حصّہ کو دیکھا۔ صرف یہی جنگلا تھا جو میری کوٹھری کی نگہبانی کر رہا تھا اور پھر میں نے واسودیو کو دیکھا یہ نارائن تھے جو سنتری کی طرح کھڑے میری حفاظت کر رہے تھے یا جب میں کھردرے کمبل پر لیٹتا جو پلنگ پر بچھانے کے لیے دیے گئے تھے تو محسوس کرتا تھا کہ شری کرشن کے ہاتھ میری گردن میں حمائل ہیں، میرے دوست اور عاشق کی طرح۔ یہ پہلی کارفرمائی تھی گہری بصیرت کی جو اس نے مجھے بخشی۔ میں جیل میں قیدیوں کو دیکھتا جن میں چور، قاتل اور بدمعاش، غرض سبھی شامل تھے تو مجھے واسودیو کا جلوہ نظر آتا۔ یہ نارائن تھے جو مجھے ان تاریک روحوں اور بے جا استعمال شدہ جسموں میں جلوہ گر نظر آتے تھے۔

علی پور جیل میں مراقبہ کے دوران وہ ان منزلوں کی طرف بڑھ رہے تھے، یعنی دوسرے دو درجات معرفت کی طرف۔ ایک تو وہ اعلیٰ ترین حقیقت تھی جس کے دو پہلو تھے ایک تو حرکی اور دوسرے سکوتی۔ جو شعور کی دوسری معرفت تھی اور اعلیٰ سطح پر ما فوق ذہن کی سمت رہنمائی کرتی تھی۔ جیل میں انھیں دل چسپ تجربے ہوئے جن کا ذکر انھوں نے موقع موقع سے کیا ہے ان تجربوں میں سے ایک غصّہ سے تعلق

رکھتا ہے جس کا ذکر انھوں نے اس طرح کیا ہے:

"ایک بار میں نے غصّہ کو اپنی سمت بڑھتے اور خود پر غلبہ پاتے دیکھا۔ مجھے اپنی فطرت پر بڑا تعجب ہوا کیونکہ غصّہ مجھ سے ہمیشہ دور ہی رہا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر ۱۹۰۸ء میں جب علی پور جیل میں زیر تفتیش قیدی تھا میرے غصّہ نے ایک سخت ہنگامہ کھڑا کر دیا ہوتا جو خوش قسمتی سے بدل دیا گیا۔ قیدیوں کو کوٹھریوں میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دیر باہر انتظار کرنا پڑتا تھا۔ جب ہم اس طرح انتظار کر رہے تھے تو ایک اسکا چتانی وارڈر آیا اور اس نے مجھ کو دھکا دے دیا۔ میرے ساتھ جو نوجوان تھے سخت برہم ہو گئے مگر میں نے اس وقت صرف یہ کیا کہ اسے ایسی نظر سے دیکھا کہ وہ فوراً بھاگا اور جیلر کو بلا لایا۔ یہ ایک طرح سے غصّہ کی لہر تھی، جو سب پر طاری ہو گئی اور سب نوجوان اُسے مارنے پر تُل گئے۔ جیسے ہی جیلر جو ایک مذہبی آدمی تھا وہاں پہنچا تو وارڈر نے بتایا کہ میں نے اسے گستاخانہ انداز میں دیکھا تھا۔ جب جیلر نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ میں اس طرح کے سلوک کا عادی نہیں ہوں۔ جیلر نے پورے گروہ کے غصّہ کو ٹھنڈا کیا اور جاتے ہوئے کہا "ہمیں اپنی اپنی صلیبیں خود اٹھانی ہیں"۔ دوسرا تجربہ جو شری اروبندو نے بیان کیا ہے، اس کا تعلق آرٹ کو سمجھنے کی صلاحیت سے ہے " میں سنگ تراشی کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا مگر مصوری سے بے بصر تھا۔ ایک دن علی پور میں جب میں مراقبہ میں تھا کہ اچانک میں نے کوٹھری کی دیوار پر چند تصویریں دیکھیں۔ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں آرٹسٹک نظر پیدا ہو گئی ہے، اور مصوری کے متعلق میں سب کچھ جاننے لگا ہوں سوائے تفصیلی فنی باریکیوں کے۔ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آرٹ کا کس طرح اظہار کیا جائے اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ مجھے اس کی فنی نزاکتوں کا علم نہیں تھا مگر یہ مجبوری آرٹ کو اچھی طرح اور گہرے انداز میں سمجھنے میں حائل نہ ہوئی اور یہ سب کچھ یوگا سے ممکن ہوا۔"

اپنی روحانی پرواز کا تجربہ جو علی پور جیل میں پیش آیا وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"میں حیاتی سطح پر سخت ریاضت کر رہا تھا اور ارتکاز میں تھا اور میرے ذہن میں یہ سوال تھا کہ کیا کوئی ایسا معجزہ جیسے جسمانی پرواز، ممکن ہے؟ تب یک بیک مجھے محسوس ہوا کہ میں اسی انداز میں اوپر اٹھ گیا ہوں جو میں جسمانی کوشش سے کسی نہ کسی طرح کر سکتا تھا۔ جسم کا ایک حصہ زمین سے لگا ہوا تھا اور باقی دیوار کی مخالف سمت میں معلق تھا۔ معمولاً اپنے جسم کو اس انداز میں اگر چاہتا بھی تو معلق نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ میرا جسم اسی انداز میں بغیر میری کسی کوشش کے ٹھہر گیا ہے۔"

دوسرا روحانی تجربہ جو علی پور جیل میں ہی ہوا اس کا تعلق وویکانند سے ہے۔ "یہ حقیقت ہے کہ وویکانند کی آواز میں مسلسل پندرہ دن سے جیل میں سن رہا تھا۔ مراقبہ کی تنہائی میں ان کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ اس آواز نے صرف ایک خاص اور محدود مگر روحانی تجربے کے لیے بہت اہم موضوع پر باتیں کیں اور اس موضوع پر جب وہ سب کچھ کہہ چکی تو پھر آواز خاموش ہو گئی۔"

تنفر کے بارے میں بھی ان کو یہ تجربہ پیش آیا:

"میں جب جوان تھا تو کسی بے رحمانہ حرکت کا بیان بغیر تنفر کے پڑھ نہیں سکتا تھا اور جن لوگوں سے یہ حرکت سرزد ہوتی ان کے خلاف نفرت کا جذبہ بھڑک اٹھتا۔ میں ایک کیڑے کو بھی نہیں مار سکتا تھا، جیسے کھٹمل یا مچھر، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اہمسا پر میرا پختہ عقیدہ تھا بلکہ اس کی وجہ تھی رحم دلی اور اعصابی تنفر۔ کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تو بھی میں کسی چیز کو ایذا نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ میرا جسم اس کو قبول نہیں کرتا تھا۔ جب میں جیل میں تھا تو پہلے پندرہ دن مجھے ہر قسم کی ذہنی اذیت پہنچائی جاتی، ہر قسم کی ایذا رسانی کے منظر مجھے دیکھنے پڑتے اس کے بعد میں سب کچھ بھول جاتا۔"

شری اروبندو کے بال غیر معمولی طور پر چمک دار تھے۔ ان کے جیل کے ساتھیوں کا عام طور

یہی خیال تھا کہ وہ سر میں تیل ڈالتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے یقین دلایا کہ وہ کبھی تیل نہیں لگاتے۔ ان کے بالوں کی چمک ان کی ریاضت کی وجہ سے تھی۔

اس دوران میں زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بنیادی طور پر بدل گیا۔ انھوں نے یوگا کو اس خیال سے اختیار کیا تھا کہ انھیں زندگی میں اپنے کام کے لیے روحانی قوت اور طاقت اور الوہی رہنمائی حاصل ہو مگر اب اندرونی روحانی زندگی اور معرفت جو مسلسل بہت بڑے اور آفاق گیر انداز میں وسعت پذیر ہو کر بہت دور تک پھیل گئی تھی اس نے اروبندو کو بالکلیہ اپنی گرفت میں لے لیا اور ان کے کام اسی کا ایک حصہ اور نتیجہ بن گئے۔ یہ کام ملک کی خدمت اور آزادی کی حدوں سے آگے بڑھ گئے اور پہلے جن کی بس ایک جھلک دکھائی پڑتی تھی اب وہ کام ایک مقصد اور ساری توجہ کا مرکز بن گئے اور جس کا رشتہ آفاق گیر اور جس کا تعلق ساری انسانیت کے مستقبل سے ہو گیا۔ اب شری اروبندو پر ظاہر ہو گیا تھا کہ تمام زندگی یوگا ہے' انھیں جیل میں جو آدیش (حکم) ملا تھا اس کا اظہار وہ نہ صرف اپنی تقریروں میں بلکہ دو ہفتہ وار پرچوں میں بھی کرنے لگے جنھیں وہ شائع کرتے تھے۔ کرمایوگن نامی انگریزی اخبار اور دھرما نامی بنگالی اخبار دونوں ہفتہ وار بڑی تعداد میں ملک میں تقسیم ہوتے تھے۔ شری اروبندو نے کرمایوگن میں لکھا "جو کام ہمارے پیش نظر ہے وہ میکانکی نہیں ہے بلکہ اخلاقی اور روحانی ہے' ہمارا مقصد طرزِ حکومت کی تبدیلی نہیں بلکہ قوم کی تعمیر و تشکیل ہے' سیاست اس کام کا ایک حصہ ہے۔ مگر صرف ایک حصہ ہی ہے اس لیے ہم اپنے آپ کو صرف سیاست کے لیے وقف نہیں کریں گے اور نہ ہی صرف سماجی مسائل اور دینیات یا ادب یا سائنس کے لیے بلکہ ہم ان سب کو ایک اکائی میں شامل کرتے ہیں اور جو بے حد اہم ہے وہ ہے دھرم یعنی قومی مذہب جس کو ہم آفاق گیر گردانتے ہیں۔ زندگی کا قانون ہے، انسانی ارتقا کا ایک عظیم اصول۔ یہ روحانی آگہی اور تجربے کا مجموعہ جس کا رہنما مبلّغ

اور قابلِ تقلید مثال بنے رہنا ہمیشہ سے انسان کا مقدر رہا ہے۔ یہ سناتن دھرم ہے، ایک ابدی مذہب۔ ہمیں لوٹ کر اپنے اندر کی زندگی کے سرچشمے اور طاقت کی تلاش کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنے ماضی کو جان کر اور اسے بازیافت کر کے اپنے مستقبل کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ پہلے اپنی ذات کا ادراک کریں اور پھر ہر چیز کو ہندوستان کی ابدی زندگی اور فطرت کے اصولوں پر ڈھال لیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یوگا کو ہندوستانی زندگی کا نصب العین بنا دیں تاکہ آج کا ہندوستان ادپر اٹھ جائے یوگا کی بدولت اِسے اتنی قوت حاصل ہو جائے گی کہ وہ اپنی آزادی، اتحاد اور عظمت حاصل کر لے گا۔ یوگا کی بدولت وہ اپنی طاقت کو محفوظ رکھ سکے گا۔ اس آنے والے روحانی انقلاب کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ مادّی وسائل تو اس کا سایہ اور پرچھائیں ہیں اور پھر جن مسائل نے انسانیت کو پریشان کر رکھا ہے ان کا حل صرف یہی ہے کہ انسان اپنی مملکت کو تسخیر کر لے۔"

کرمایوگن نے اپنی بہت سی اشاعتوں میں شری اروبندو کی کئی نظمیں شائع کیں جیسے باجی پربھو، اپی مانی، اور دوسری نظمیں۔ ان کے مضامین بھی شائع ہوئے جیسے "قومی تعلیم کا طریقہ"۔ "ہندوستان کا دماغ"۔ "آرٹ کی قومی قدر"۔ "کرمایوگن کا آدرش"۔ اس کے علاوہ آشا، کینا اور کتھا اپنشد اور کالی داس کے رتیو سمہار اور بنکم کے آنند مٹھ کے انگریزی میں ترجمے۔ اس پرچے میں مختلف اور ہمہ گیر موضوعات پر مضامین شایع ہوتے اور ان کو روحانی حوالوں کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا۔

۷۔ آدیش

شری اروبندو نے برطانوی باشندوں کے مزاج اور کرداری خصوصیات کا دوران کے سیاسی میلانات کے الٹ پھیر کا مطالعہ کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگرچہ انگریز ہندوستان کی جدوجہد آزادی کا مقابلہ کریں گے اور زیادہ سے زیادہ ایسی اصلاحات آہستہ آہستہ قبول کریں گے جن سے ان کی سامراجی گرفت کمزور نہ پڑتی ہو، اس کے باوجود انگریز ایسی قوم نہیں کہ آخر تک اپنی بات پر سنگ دلانہ انداز میں ہبجے رہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ مقاومت اور انقلاب کی بات اور مستحکم ہو گئی ہے تو وہ آخر میں کسی سمجھوتہ کی کوشش کریں گے تاکہ اپنی سامراجیت کے لیے جو بھی بچا سکیں بچالیں۔ اور آخری منزل پر آزادی دینے کو آزادی چھینے جانے پر ترجیح دیں گے۔ بعد کے واقعات نے ان کے اس خیال کو پوری طرح صحیح ثابت کر دکھایا۔

۱۹۰۵ء میں لارڈ منٹو، لارڈ کرزن کی جگہ وائسرائے بنے۔ لارڈ منٹو قدامت پسند تھے۔ انگلستان میں سکریٹری آف اسٹیٹ جان مورلے تھے جو لبرل تھے۔ مورلے نے ایک خط لارڈ منٹو کو لکھا تھا جس سے انگریزوں کے مخصوص کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ خط میں لکھا ہے:

"لیکن ہم یعنی حکومتِ ہند، موجودہ حالات سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ سیاسی فضا تبدیلیوں سے پر ہے، اور ایسے سوالات ہمارے سامنے ہیں، جن سے ہم چشم پوشی نہیں کر سکتے اور جنھیں ہمیں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور میں اسے بے حد اہم

سمجھتا ہوں کہ اس سمت میں اقدام ہم کو کرنا چاہیے تاکہ حکومتِ ہند کو ایسی صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ وہ اِس ملک کی احتجاجی مہم یا انگلستان کے گھریلو اثرات سے متاثر و مجبور ہو جائے۔ ہمیں خود پہل کر کے موجودہ صورتِ حال کو تسلیم کرنا چاہیے اور اسے ہر مجسٹی کی حکومت کے سامنے اپنی رایوں کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔ ایسی رائیں جو ذاتی تجربوں اور ہندوستانی زندگی سے قریبی ربط کے بعد ہم نے قائم کی ہیں۔"

ان دنوں شری اروبندو کے بارے میں حکومت کا نقطۂ نظر حسب ذیل خطوط میں جھلکتا ہے جو لفٹیننٹ گورنر بنگال نے لارڈ منٹو کو لکھے تھے:

"میں باغیانہ خیالات کی تشہیر کا ذمہ دار ان کو ٹھہراتا ہوں یعنی شری اروبندو کو، کوئی دوسرا آدمی بنگال میں یا ممکن ہے ہندوستان میں بھی تنہا اتنا زیادہ باغیانہ تشہیر کا ذمہ دار نہیں ہے۔" لارڈ منٹو کا تاثر بھی یہی تھا کیونکہ انھوں نے جان مورلے کو لکھا تھا: "میں صرف یہی دہراتا ہوں کہ وہی سب سے زیادہ خطرناک آدمی ہیں جن کو ہمیں نظر میں رکھنا ہے۔"

شری اروبندو باریسال میں صوبائی کانفرنس میں شریک ہوئے اور تقریر کی۔ اس دوران حکومت نے تہیہ کر لیا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرے اس لیے ان کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ سسٹر نویدیتا کو جو سوامی وویکانند کی آئرستانی معتقد تھیں، اس اسکیم کا پتہ چل گیا۔ وہ خود بھی ایک انقلابی تھیں اور شری اروبندو کی سرگرمیوں کے دوران ان سے رابطہ رکھے ہوئے تھیں۔ وہ دونوں پہلی بار ۱۹۰۲ء میں بڑودہ میں ملے تھے۔ اس ملاقات سے پہلے شری اروبندو کے بارے میں ایک انقلابی کی حیثیت سے وہ کافی جان کاری رکھتی تھیں۔ بعد میں جب شری اروبندو نے بنگال میں کام جاری رکھنے کے لیے ۱۹۰۲ء میں وہاں پانچ ممبروں کی کمیٹی بنائی تو نویدیتا بھی اس کی ایک ممبر تھیں۔ اب انھوں نے شری اروبندو کو مشورہ

دیا کہ وہ برطانوی دیا کہ وہ برطانوی ہند چھوڑ دیں اور باہر جا کر کام کریں ۔ مگر شری اروبندو کے پاس دوسرا حل تھا ۔

۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء میں شری اروبندو نے 'کرم یوگن' میں اپنے ہم وطنوں کے نام ایک کھلا خط شائع کیا جس میں انھوں نے اپنے ملک بدر ہونے کے اندیشوں کا ذکر کرتے ہوئے ملک کے لیے ایک منشور یا اپنی آخری وصیت چھوڑی ۔ انھیں یقین تھا کہ اس سے ملک بدر کرنے کا منصوبہ ترک کر دیا جائے گا اور ان کا اندازہ صحیح ثابت ہوا ۔ اس پر بھی حکومت اپنے منصوبے کو اس آسانی سے چھوڑنے پر تیار نہ تھی ۔ شری اروبندو کو اطلاع ملی کہ حکومت 'کرم یوگن' کے دفتر کی تلاشی لے کر انھیں گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ۔ وہ دوسروں کے ساتھ 'کرم یوگن' کے دفتر ہی میں تھے اور اگلے اقدام کے بارے میں مشورے ہو رہے تھے ۔ رام چندر مجمدار لڑنے کو تیار تھے شری اروبندو اپنے آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ یک بیک جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے " ایک حکم مجھ کو ملا ۔ میں نے اوپر کی ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی چندر نگر جاؤ ۔ جیل چھوڑنے کے بعد میں ایسی آوازیں اکثر سنا کرتا تھا اور اس زمانے میں ان آوازوں پر میں بغیر پس و پیش کے عمل پیرا ہوتا تھا ۔"

انھوں نے ذرا سا بھی وقت نہیں گنوایا ۔ دس منٹ میں وہ دریائے گنگا کے کنارے پر تھے جہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو کر وہ فرنچ انڈیا میں چندر نگر کے لیے روانہ ہو گئے ۔

یہ واقعہ ۱۹۱۰ء کا ہے جب وہ چندر نگر میں روپوش ہو گئے ۔ اس دوران میں اکثر وہ اپنا مقام بدلتے رہے تاکہ ان کے قیام کا پتہ نہ چل سکے ۔ موتی لال رائے جو چندر نگر کے ممتاز شہری تھے ۔ ان کے سارے انتظامات کے ذمہ دار تھے ۔ شری اروبندو نے وہاں سے سسٹر نویدیتا (Nivedita) کے نام پیغام بھیجا کہ ان کی غیر حاضری میں وہ 'کرم یوگن' کی ادارت سنبھال لیں ۔

اس ذہنی بوجھ کے باوجود شری اروبندو کی سادھنا (ریاضت) بڑی شدت سے جاری رہی۔ مراقبہ میں ان کو تین یا چار دیویوں کی شکلیں نظر آیا کرتی تھیں۔ بعد میں پانڈیچری میں جب انھوں نے ویدوں کا مطالعہ شروع کیا تو ان سب دیویوں کو انھوں نے پہچان لیا۔ جو الا، بھارتی، ماہی، اور سرسوتی نامی ویدوں کی دیویاں تھیں۔ شری اروبندو حیران تھے کہ اگلا قدم کیا ہو۔ چند دوستوں نے مشورہ دیا کہ انھیں فرانس چلے جانا چاہیے۔ لیکن پھر آدیش آیا۔ اس بار پانڈیچری جانے کا حکم تھا۔

شری اروبندو ۳۱ مارچ ۱۹۱۰ء کو کلکتہ لوٹ آئے۔ ایک کشتی میں جسے اتر پاڑا کے چند نوجوان انقلابی کھے رہے تھے وہ جیوتندر ناتھ متر کے فرضی نام سے جہاز ایس ایس ڈوپلے (S.S.Dupleix) میں سوار ہوئے۔ یکم اپریل ۱۹۱۰ء کی علی الصبح وہ جہاز پانڈیچری کے لیے روانہ ہوا۔

---

۸ - پانڈیچری میں

پانڈیچری جو ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر ہے قدیم روحانی تاریخ کا حامل ہے۔ روایات کے مطابق رشی اگستیا شمال سے آکر پانڈیچری میں بس گئے تھے۔ اس وقت وہ ویدپوری کہلاتا تھا۔ ایک فرانسیسی ماہر آثار قدیمہ نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

شری اروبندو ۴ اپریل ۱۹۱۰ء کو ۴ بجے (سہ پہر) پانڈیچری پہنچے، عدد ۴ کی بڑی اہمیت ہے، یعنی طبعی سطح پر مافوق ذہنی معرفت،

اس وقت سے شری اروبندو یوگا کی پریکٹس میں زیادہ سے زیادہ مشغول ہو گئے۔ انھوں نے عوامی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا چھوڑ دیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ احیا شدہ انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاسوں کی صدارت سے انکار کر دیا۔ چند برسوں تک انھوں نے انقلابی گروہوں سے جن کی رہنمائی کبھی اُنھوں نے کی تھی ایک یا دو افراد کے ذریعہ نجی طور پہ ربط قائم رکھا مگر کچھ عرصہ بعد اسے بھی ختم کر دیا۔ مستقبل کے بارے میں ان کی نظر جیسے جیسے واضح ہوتی گئی اُن کو یقین ہو گیا کہ ہندوستان بالآخر آزاد ہو جائے گا اس سے ہٹ کر بھی روحانی کام جو انھیں انجام دینے تھے اس کی وسعت اور اہمیت ان پر واضح ہو گئی تو اُنھوں نے محسوس کیا کہ ان کی تمام تر توانائی اسی پر صرف ہونی چاہیے۔

جب وہ علی پور جیل میں تھے تو وویکانندا کی روح نے اُنھیں اس بات کا پتہ

دیا تھا جسے اروبندو نے بعد میں مافوق ذہن کا نام دیا۔ اس اشارہ نے انھیں اس درجہ پر پہنچایا جہاں سے وہ یہ دیکھ سکتے تھے کہ ہر چیز میں شعورِ حق کس طرح سرگرمِ عمل ہے۔ انسانیت کی فلاح کے لیے ضروری تھا کہ یہ شعور نیچے اتر کر ارض کو منقلب کردے۔ دراصل یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر انسانیت کو اس کے کرب آمیز بحران سے جس میں وہ مبتلا ہے اوپر اُٹھایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ بعد میں اُنھوں نے بارن کو بتلایا تھا۔

"اگر کوئی اوپر نہیں اُٹھ سکتا یعنی مافوق ذہن کی سطح تک تو شاید ہی وہ دنیا کے آخری راز کو سمجھ سکے۔ اس طرح دنیا کا مسئلہ حل نہیں ہونے پاتا۔"

شری اروبندو کا خیال تھا کہ فطرت میں مائل بہ فراز ارتقا ہے جو حجر سے شجر اور شجر سے حیوان اور حیوان سے انسان تک پہنچتا ہے کیونکہ انسان اس وقت مائل بہ فراز ارتقا کی چوٹی پر ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس فراز کی آخری منزل پر ہے اور اس کو یقین ہے کہ زمین پر اس سے اعلیٰ تر کوئی مخلوق نہیں مگر اپنے اس خیال میں وہ قطعی غلطی پر ہے۔ وہ اپنی طبعی فطرت میں ابھی تک بالکلیہ ایک جانور ہے ایک غور و فکر کرنے اور بات کرنے والا جانور اور اپنی مادّی عادات اور جبلتوں کے لحاظ سے بھی وہ ابھی تک جانور ہی ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ فطرت اس طرح کے ادھورے پن سے مطمئن نہیں ہو سکتی وہ کوشش کرتی ہے کہ ایسی مخلوق کا ارتقا ہو جو انسان کے لیے وہی حیثیت رکھے جو انسان کی جانور کے مقابلے میں ہے وہ ایسی مخلوق ہو جس کا شعور ذہن والی مخلوق کی سطح اور جہل کی اسیری سے کہیں بلند ہو۔"

شری اروبندو زمین پر اسی لیے آئے کہ انسان کو اس حقیقت کا سبق پڑھائیں ان کا خیال تھا کہ انسان ایک عبوری مخلوق ہے جو ذہنی شعور میں زندگی گزار رہا ہے مگر نئے شعور کے حصول کے امکانات کا حامل ہے۔ نئے شعور سے مطلب شعورِ حق ہے اور اس میں صلاحیت ہے کہ وہ مکمل، ہم آہنگ، اچھی اور خوب صورت، پُرمسرت

اور پوری باشعور زندگی گزار سکے۔ شری اروبندو نے اپنا سارا وقت اسی پر صرف کیا کہ اپنے اندر اس شعور کو مستحکم کریں جسے وہ مافوق ذہنی شعور کہتے ہیں اور اپنے اطراف جمع لوگوں کو اس شعور کو حاصل کرنے میں مدد دیں۔ یوگا کا مطلب داخلی ارتقائے ذات ہے جس پر عمل کر کے کوئی بھی اپنے آپ کو دریافت کر سکتا ہے اور ذہنی شعور کو اعلیٰ سطح تک پہنچا سکتا ہے۔ ایک مافوق ذہنی شعور جو انسانی فطرت کو منقلب کر کے الوہی بنا سکتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں، جیسا کہ اکثر لوگ فرض کر لیتے ہیں کہ اروبندو نے ایک قسم کی روحانی تجربہ کی بلندی میں پناہ لے لی تھی اور انھیں دنیا اور ہندوستان کی قسمت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ان کے یوگا کا اصول نہ صرف الوہیت کا حصول اور مکمل روحانی شعور کی تکمیل تھا، بلکہ ساری زندگی اور ساری دنیا کی سرگرمیوں کو اس روحانی شعور اور عمل کے احاطے میں لانا اور زندگی کی اساس روح پر رکھ کر اسے روحانی معنی عطا کرنا تھا۔ اپنی گوشہ نشینی میں انھوں نے دنیا اور ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا تھا اس پر قریبی نظر رکھی اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی عملی طور پر مداخلت کی مگر بالکلیہ روحانی قوت اور خاموشی روحانی عمل کے ذریعہ۔

اپنی آمد سے لے کر اکتوبر ۱۹۱۰ء تک شری اروبندو شنکر چیٹی کے گھر جو کومٹی چیٹی اسٹریٹ میں تھا مہمان رہے۔ سوامی وویکانندا بھی جب پانڈیچری گئے تھے تو اسی مکان میں ٹھہرے تھے۔ بعد میں شری اروبندو ریوسفرن میں سُندر چیٹی کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ کئی سال پہلے ایک جنوبی ہند کے یوگی ناگائی جپاٹا نے شری اروبندو کی آمد کی پیشین گوئی کی تھی۔ یہ جاننے کے بعد کہ وہ جلد ہی جسمِ خاکی کو چھوڑنے والا ہے، اس یوگی نے اپنے پیرووں کو بلایا۔ کے۔ وی۔ آر۔ آئنگر نے جو اس وقت کا دیلم کے زمین دار تھے، یوگی سے پوچھا "مستقبل میں میں کس سے روحانی رہنمائی حاصل کروں گا"، گرنے

جواب دیا "ایک بڑے یوگی سے جو شمال سے آئیں گے"۔ اور مزید کہا "یہ بڑے یوگی جنوب میں پناہ لیں گے مگر آنے سے پہلے تین باتوں کا اعلان کر دیں گے"۔ یاد ہوگا کہ شری اروبندو نے اپنی زندگی میں تین آرزوؤں کا ذکر کیا تھا، جسے وہ تین طرح کا جنون کہتے تھے اور یہ ذکر انھوں نے اپنی بیوی مرنالینی دیوی کے خط میں کیا تھا۔

کے۔ وی۔ آر۔ آئنگر نے محسوس کر لیا کہ یہ شری اروبندو تھے جس کی نشان دہی ناگائی جپاٹا نے کی تھی اور وہ شری اربندو سے ملنے گئے۔

کے۔ وی۔ آر۔ آئنگر کے ساتھ راما سوامی آئنگر بھی ملنے گئے جو بعد میں تامل ادبی دنیا میں 'وارا' کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے ملنے سے پہلے اروبندو نے انھیں عالمِ رویا میں دیکھ لیا تھا مگر ان کی پہلی ملاقات کے وقت جس طرح وہ تھے یعنی صاف و شفاف چہرے کے (Vaishnava) ویشنو کی طرح نہیں بلکہ اس طرح دیکھا جیسے وہ بعد میں پانڈیچری میں ایک سال قیام کے بعد ڈاڑھی والے سادھک بن گئے تھے۔ کے۔ وی۔ آر۔ آئنگر نے شری اروبندو کی مالی امداد بھی کی اور ان کی کتاب 'یوگی سادھنا' شائع بھی کی۔ یہ کتاب خودکار ضبطِ تحریر کا نتیجہ تھی۔ اس کتاب کو لکھتے وقت انھوں نے ایک شبیہہ دیکھی جو رام موہن رائے سے مشابہ تھی۔ بارن نے بڑودہ میں خودکار تحریر کا غیر معمولی کام کیا تھا۔ شری اروبندو نے طے کیا کہ اس طرح کی تحریر کی مشق کر کے پتہ چلائیں کہ اس کے پیچھے کیا ہے مگر نتیجہ سے وہ مطمئن نہیں ہوئے۔ پانڈیچری میں چند مزید کوششوں کے بعد اس تجربے کو چھوڑ دیا۔

شری اروبندو کی پانڈیچری میں آمد سے پہلے ہی اسی مقام نے چند انقلابیوں اور سیاسی پناہ گزینوں کو جو ہندوستان سے آئے تھے، پناہ دی تھی۔ جیسے سبرامنیم بھارتی، سری نواس چاری، بیناسوامی آئیر، وی راماسوامی آئنگر، وی۔ وی۔ ایس آئیر وغیرہ۔ ان میں سے چند تامل میں ایک ہفتہ وار پرچہ 'انڈیا' نکال رہے تھے جو ہندوستان

کی تحریکِ آزادی کے لیے وقف تھا۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت شری اروبندو کے بارے میں اب بھی خوف زدہ تھی۔ خفیہ پولیس کے کارندے پانڈیچری میں متعین کیے گئے۔ پانڈیچری کا ایک مال دار جہازی قلی نند گوپال چیٹی، ایسا معلوم ہوتا ہے اس پیچ منصوبے کو روبہ عمل لانے کے سلسلے میں امداد پر راضی ہوگیا تھا۔ بہرحال اسے کامیابی نہیں ہوسکی اور جس دن شری اروبندو کے اغوا کا منصوبہ بنایا گیا تھا اسی دن چیٹی کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور اُسے خود مدراس فرار ہونا پڑا۔

برطانوی خفیہ ایجنٹوں نے اس ناکامی کے بعد شری اروبندو کو پھانسنے کا دوسرا منصوبہ بنایا اُنھوں نے شری اروبندو کے دوست وی۔ وی۔ ایس۔ آئنگر کے مکان کی باؤلی میں ایک ٹِن میں باغیانہ لٹریچر چھپا دیا۔ اس میں سے کچھ بنگالی میں بھی تھا۔ ساتھ ساتھ برطانوی ایجنٹوں نے مایاسین نامی ایک شخص کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ پولیس کو اس کی بابت رپورٹ کردے کہ ائیر اور دوسرے لوگ خطرناک سرگرمیوں میں مشغول ہیں اور اس کا ثبوت ان کے گھروں کی تلاشی کے بعد مل سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے ائیر کے ایک ملازم نے اس ٹن کو باؤلی میں دیکھ لیا اور شری اروبندو کے مشورے پر پولیس کو آگاہ کردیا۔ فرانسیسی پولیس پہنچی اور ٹن کو لٹریچر کے ساتھ موجود پایا۔

شری اروبندو کے مکان کی تلاشی لی گئی موسیو نن دت تفتیشی مجسٹریٹ کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ شری اروبندو یورپ کی کئی زبانوں سے واقف ہیں جن میں یونانی بھی شامل ہے۔ شری اروبندو کی عزت اس کی نگاہوں میں بڑھ گئی۔ اس لئے یہاں تک کیا کہ شری اروبندو کو اپنے چیمبر میں آنے کی دعوت دی۔

مخبر مایاسین نے جب یہ دیکھا کہ اس کا منصوبہ ناکام ہوگیا ہے اور اس ڈر سے کہ غلط مخبری کے سلسلے میں اس پر مقدمہ چلایا جائے گا تو وہ برطانوی ہند فرار ہوگیا۔

خفیہ پولیس کا پیچھا کرنے کا کام جاری تھا۔ ناگن ناگ نامی ایک شخص کھلنا سے پانڈیچری یہ معلوم کرنے آیا کہ کیا شری اروبندو کی دعاؤں سے اس کا دق کا مرض اچھا ہو جائے گا۔ اس کی وجہ سے خفیہ پولیس کو موقع مل گیا کہ شری اروبندو کے گھر کی تلاشی لیں۔ انھوں نے ایک ایک ایجنٹ ہرنیدرناتھ رائے کو ناگن کے پاس باورچی کے کام پر لگا دیا جس کی وجہ سے اسے شری اروبندو کے گھر میں داخل ہونے میں مدد مل گئی۔ چند مہینوں کے بعد باورچی بنگال واپس جانا چاہتا تھا۔ اس نے پولیس سے اس کی جگہ کسی اور کو بھیجنے کے لیے کہا۔ یہ انتظام کیا گیا کہ نیا باورچی برنیدرا کو منڈے ہوئے سر کی وجہ سے پہچان لے گا اور وہ ایک مقامی ہوٹل میں ملیں گے۔ جب نئے باورچی کے آنے کے دن قریب آنے لگے تو برنیدرا نے منصوبہ کے مطابق اپنا سر منڈوا دیا۔

مونی (سرش چکرورتی) جو شری اربندو کے ساتھ مقیم تھے بالکل اتفاق سے ان کے دل میں بھی سمائی کہ سر منڈوالیں۔ برنیدرا خوف زدہ ہو گیا اور بڑی کوشش کی کہ انھیں اس عمل سے باز رکھے مگر مونی اپنی بات پر جمے رہے۔ برنیدرا بے حد سہم گیا کہ مونی نے شاید اسے پہچان لیا ہے بالآخر اس نے اقرار کر لیا کہ وہ خفیہ پولیس کا ایجنٹ ہے اور شری اروبندو کے پیروں پر گر کر رونے لگا۔ اور برطانوی حکومت نے جو رقم اس جاسوسی کے معاوضہ میں اسے دی تھی، وہ اروبندو کے قدموں میں ڈال دی۔

۱۹۱۲ء میں برطانوی حکومت نے فرانسیسی حکومت پر زیادہ زور دینا شروع کیا کہ فرانسیسی ہند میں جو سیاسی پناہ گزیں مقیم ہیں وہ انھیں حوالے کر دے۔ تمام سیاسی پناہ گزیں اپنے تحفظ کے لیے فرانسیسی حکومت پر تکیہ کرتے تھے۔ یہ خبر سن کر وہ لازماً خوف زدہ ہو گئے۔

ان میں سے خاص طور پر سبرامنیم بھارتی جو جلد ہی ہراساں ہو جاتے تھے۔

شری اروبندو سے پوچھنے لگے کہ اگر فرانسیسی حکومت نے مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ کیا کریں گے۔ شری اروبندو نے پُرسکون انداز میں جواب دیا، "مسٹر بھارتی میں ایک انچ بھی پانڈیچری سے نہیں ہٹوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کچھ نہ ہوگا۔ جہاں تک تمھارا سوال ہے تم جو چاہے کرسکتے ہو۔" اس جواب سے ہمت پاکر سبرامنیم بھارتی نے بھی طے کرلیا کہ وہ بھی پانڈیچری ہی میں رہیں گے۔

یہ مالی مشکلات کا زمانہ تھا۔ شری اروبندو نے ایک بار چندر نگر کے موتی لال کو لکھا: "اب صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف آٹھ آنے رہ گئے ہیں، اس میں شبہہ نہیں کہ خدا مہیا کردے گا۔ مگر اسے آخری لمحے تک انتظار کرنے کی بڑی عادت پڑ گئی ہے۔"

کے امریتا جو بعد میں آشرم کے منیجر ہوئے اسکول کی چھٹیوں میں پانڈیچری میں مقیم رہا کرتے تھے۔ وہ بھی مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ شری اروبندو نے اپنی مشکلات کے باوجود ان کی مدد کی۔ شری اروبندو نے اپنی کتاب "جنگ اور خود اختیاری" (War and Self-determination) کے حقوق بھی ان کی بہن سروجنی کو دے دیے جو خود نامساعد حالات سے دوچار تھیں۔

شری اروبندو نے ایک بار علی پور جیل میں دس دن کا برت رکھا تھا۔ اب انھوں نے دوسری مرتبہ ۲۳ دن کا برت رکھا۔ اس برت کے دوران ان کے کام ورزش، مراقبہ اور تحریر تینوں معمول کے مطابق ہوتے رہے اور انھوں نے ذرا بھی کمزوری محسوس نہیں کی۔ ان کا وزن کم ہوگیا مگر ان کو یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وزن میں کس طرح اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے برت رفتہ رفتہ توڑا اور برت کے فوراً بعد معمولی غذا استعمال کرنی شروع کردی۔ شری اروبندو نے روحانیت کو مادی سطح پر لانے کے لیے اپنی قوت کافی بڑھالی تھی۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۱۱ء کو انھوں نے ایک خط میں لکھا

تھا: "میں روحانیت کو مادی سطح پر لانے کے لیے ضروری قوت بڑھا رہا ہوں اور اب میں اس قابل ہوگیا ہوں کہ انسانی ذہنوں میں گھس کر ان کو بدل دوں۔ تاریکیوں کو دور کرکے روشنی پھیلا دوں اور ان کو ایک نیا قلب اور نیا ذہن دے دوں ـــــ یہ عمل میں بہت تیزی اور مکمل طور پر ان لوگوں پر کرسکتا ہوں، جو مجھ سے قریب رہتے ہیں۔ مگر میں اس میں بھی کامیاب ہوگیا ہوں کہ دور دراز رہنے والوں پر بھی عمل کرسکوں۔ مجھے یہ قوت بھی دی گئی ہے کہ انسان کے کردار اور قلوب کو پڑھ سکوں بلکہ ان کے خیالات کو بھی مگر یہ قوت ابھی پوری طرح مکمل نہیں ہوئی ہے اور نا ہی میں اس کو ہمیشہ اور ہر صورت میں استعمال کرسکتا ہوں۔ محض قوتِ ارادی سے عمل کی رہنمائی کی طاقت بھی نشو و نما پا رہی ہے مگر دوسری قوت کے مقابلے میں یہ اتنی موثر نہیں۔ دوسری دنیا سے میرا رابطہ ابھی استوار نہیں ہے ہر چند کہ یقینی طور پر بعض برتر قوتوں سے میرا رابطہ قائم ہے مگر ان چیزوں کے بارے میں مزید اس وقت لکھوں گا جب راستے سے وہ ساری مشکلات پوری طرح ہٹ جائیں گی، جو اس وقت میری راہ میں حائل ہیں؛" شری اروبندو کی سادھنا اور کام ابھی اس شخصیت کے منتظر تھے جو حقیقی معنوں میں ان کی مددگار اور معاون ثابت ہونے والی تھی، یعنی مدر، اور وہ فرانس سے ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء کو آگئیں۔

۹۔ مدر

۲۹ رمارچ ۱۹۱۴ء کو ۳ ½ بجے ایک جوان فرانسیسی خاتون میرا رچرڈ جو اب تمام دنیا میں شری اروبندو آشرم کی 'مدر' کے نام سے مشہور ہیں شری اروبندو سے پہلی بار ملیں۔ پانڈیچری آنے سے پہلے ۱۹۱۱ء میں انھوں نے ستارۂ داؤد کا نقش بھیجا تھا (جو کسی حد تک ویسا ہی ہے جو شری اروبندو کا نشان ہے۔) اور جب شری اروبندو نے اس کے رمزی معنی واضح کیے تو انھیں یقین ہو گیا کہ شری اروبندو کے ساتھ کام کرنا ان کا مقدر بن چکا تھا۔

۲۹ رمارچ ۱۹۱۴ء کو پہلی ہی ملاقات میں انھوں نے شری اروبندو کو پہچان لیا اس وجود کی حیثیت سے جو سادھنا میں ان کی رہنمائی کرتا تھا اور جسے وہ سری کرشنا کہا کرتی تھیں۔ شری اروبندو سے پہلی ملاقات میں مدر نے کہا تھا:

"میں گہرے ارتکاز میں مشغول، چیزوں کو مافوق ذہن میں دیکھ رہی تھی۔ چیزیں جیسی کہ ہونی چاہیے، مگر کسی طرح بھی وہ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر رہی تھیں۔ میں نے شری اروبندو سے پوچھا کہ کیا وہ چیزیں اپنے آپ کو ظاہر کریں گی؟ انھوں نے صرف ہاں کہا اور میں نے فوراً دیکھا کہ مافوق ذہن نے زمین کو چھو لیا ہے اور مافوق ذہن کے حصول کے مدارج شروع ہو چکے ہیں۔ یہ پہلی بار تھا کہ میں نے اس قوت کا مشاہدہ کیا جو حقیقت کو اصل روپ میں دکھاتی ہے۔"

دوسرے دن ۳۰ رمارچ کو مدر نے اپنی ڈائری میں لکھا "اگر سینکڑوں لوگ

انتہائی لاعلمی میں ڈوبے رہتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ وہ جس کو ہم نے کل دیکھا زمین پر موجود ہے اس کی موجودگی اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ ایک دن آئے گا جب تاریکی روشنی میں بدل جائے گی اور جب خدا کی الوہی حکومت بہر حال دنیا پر قائم ہو جائے گی"۔

مدر ۲۱ر فروری ۱۸۷۸ء کو پیرس میں پیدا ہوئیں اور جب وہ شری اروبندو سے پہلی بار ملیں تو ۳۶ سال کی تھیں۔ اپنی ایک سال گرہ کے موقع پر انھوں نے کہا "پیدائش کے لحاظ سے میں فرانسیسی ہوں مگر اپنی روح اور میلان کے اعتبار سے قطعی طور پر ہندوستانی"۔

مدر بچپن ہی سے انسانی مخلوق سے بلند تر تھیں ایک مضمون میں جو کے۔ ڈی سیٹھنا نے لکھا تھا اور مدر انڈیا ر فروری ۱۹۵۸ء) میں شائع ہوا تھا۔ مدر کی پانڈیچری سے پہلے کی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات مہیا کی گئی تھی ۔اس کے اقتباسات نیچے دیے جاتے ہیں:

"اپنے لڑکپن کے دور میں وہ (مدر) انسانی قوت سے زیادہ کسی اور قوت کی کارفرمائی کا احساس رکھتی تھیں جو ان کی پشت پر تھی اور جو ان کے جسم میں داخل ہو کر مافوق فطرت طرز میں کام کر رہی تھی ۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ قوت خود ان کی اپنی پوشیدہ ذات کی ہے۔ اس قوت کی چند کارفرمائیوں کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ وہ سات سال کی تھیں ۔ ایک بدمعاش لڑکا جس کی عمر تقریباً (۱۳) سال تھی جو ہمیشہ لڑکیوں کا مذاق اڑایا کرتا کہ وہ کسی کام کے لائق نہیں ہیں۔ ایک دن مدر نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی زبان بند نہیں کروگے! مگر وہ مذاق کرتا ہی رہا یک بیک مدر نے اسے پکڑ کر زمین سے اُٹھا لیا اور زور سے زمین پر پٹخ دیا اگرچہ وہ لڑکے سے بہت چھوٹی تھیں مگر اس قوت نے جو ان میں داخل ہوئی اور جس نے ان کو اتنا شہ زور بنا دیا، بعد کی زندگی میں انھوں نے اسے "مہاکالی" کے نام سے پہچانا۔ ایک دوسری مثال

نونٹین بلو کے قریب کے جنگل میں وہ کھیلنے گئی تھیں۔ وہ ڈھلوان پہاڑی پر چڑھ رہی تھیں کہ ان کا پیر پھسلا اور وہ گرنے لگیں ساری راہ نوکیلے سیاہ پتھروں سے پٹی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ گرنے لگیں تو انھوں نے محسوس کیا کہ کوئی انھیں اپنی گود میں سہارا دے رہا ہے اور انھیں آہستہ آہستہ نیچے لا رہا ہے جب وہ زمین پر پہنچیں تو وہ بخیریت تمام اپنے دو پیروں پر کھڑی تھیں۔ یہ سب کچھ ان کی سہیلیوں کے لیے مسرت انگیز حیرت کا باعث تھا۔

اپنے سولھویں سال میں وہ مصوری سیکھنے کے لیے ایک اسٹیڈیو میں شریک ہوئیں۔ وہ پیرس کا سب سے بڑا اسٹیڈیو تھا اور وہاں وہ سب سے کم سن تھیں۔ دوسرے تمام لوگ باتیں کرتے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے مگر وہ ہمیشہ سنجیدہ رہتیں اور اپنے کام میں مشغول۔ وہ لوگ مدر کو دیونی کہتے مگر جب وہاں کوئی جھگڑا ہوتا تو وہ تصفیہ کے لیے مدر کے پاس آتے۔ وہ ان کے خیالات پڑھتیں اور اکثر ان کے الفاظ کی بجائے ان کے خیالات کا جواب دیتیں تو وہ لوگ بہت جز بز ہوتے۔ وہ بغیر کسی خوف کے اپنا فیصلہ سناتیں چاہے یہ فیصلہ ارباب اقتدار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ایک بار ایک لڑکی، جسے اسٹیڈیو کی مانیٹرس بنایا گیا تھا، ایک معمر خاتون کی، جو اس کی جگہ صدر تھیں، ناپسندیدگی کا نشانہ بنی۔ یہ معمر خاتون مانیٹرس کو نکال دینا چاہتی تھیں۔ اس نوجوان لڑکی نے دیونی کا سہارا ڈھونڈا۔ مدر نے اس لڑکی کے لیے ہمدردی کا جذبہ محسوس کیا۔ یہ جان کر کہ وہ غریب ہے اور اگر اس نے اسٹیڈیو چھوڑ دیا تو اس کا مصوری کا مستقبل ختم ہو جائے گا۔ اب اسٹیڈیو کے صدر کو ایک باعزم چھوٹے سے میر میدان کا سامنا کرنا تھا۔ پہلے تو دلائل سے وکالت کی گئی جب اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو میر میدان نے دوسری راہ اختیار کی۔ کچھ غصہ سے مدر نے اس معمر خاتون کا ہاتھ پکڑا اور اپنی مضبوط گرفت میں اس طرح دبایا کہ جیسے ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی۔

جلد ہی اس کی اجازت دے دی گئی کہ مانیٹرس کو اسٹیڈیو میں رہنے دیا جائے گا: جہاں کائی نے پھر اپنی کارفرمائی دکھائی تھی۔

اسٹیڈیو کی دیونی گھر میں بھی اسی طرح سنجیدہ رہتی تھی۔ وہ بہت کم مسکراتیں یا ہنستیں، اور اس بات پر جب وہ بیس سال کی تھیں تو ان کی والدہ نے انھیں ڈانٹا بھی تھا۔ اس پر اُنھوں نے جواب دیا تھا کہ ان کو دنیا کے سارے رنج وغم برداشت کرنے ہیں، اُن کی والدہ نے سمجھا کہ وہ دیوانی ہوگئی ہیں۔ ایک دوسری بار ان کی والدہ نے اُنھیں اس بات پر ڈانٹا کہ اُنھوں نے جو حکم دیا تھا مدر نے اس کی تعمیل میں دل چسپی نہیں لی تھی۔ تب انھوں نے جواب دیا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اُن پر حکم نہیں چلا سکتی۔

جسمانی نیند کے دوران کئی رہنما ان کو پوشیدہ تربیت دیتے رہتے تھے۔ ان میں سے چند سے وہ بعد میں مادی سطح پر ملیں۔ اس کے بعد جب داخلی اور خارجی نشوونما ہوتا گیا تو ان میں سے ایک وجود سے ان کا نفسی اور روحانی تعلق زیادہ سے زیادہ واضح ہوتا گیا گو کہ اس وقت ان کو ہندوستانی فلسفہ اور مذہب سے کچھ زیادہ آگاہی نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اس وجود کو کرشن کہنے لگیں۔ اس کے بعد ان پر یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ وہ ایک دن اس وجود سے ملیں گی، اور پھر ساتھ مل کر انھیں الوہی کام کرنا ہوگا۔ چوں کہ وہ مصوّر تھیں اس لیے اس وجود کا تاثراتی خاکہ اُنھوں نے کھینچا۔

اُنھوں نے چند سال الجیریا کے تنجیر زمیں گزارے وہاں وہ ایک پولستانی ماہر سے اعلیٰ تربیت سیکھتی رہیں۔ اس شخص کا نام "تھیون" تھا اور اس کی فرنچ بیوی اس سے بھی کہیں زیادہ تجربہ کار تھی۔

مدر نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور کا ذکر اس طرح کیا ہے: "۱۱سال اور

۱۴ سال کے درمیان، نفسی اور روحانی تجربوں کے سلسلے نے مجھ پر یہ منکشف کیا کہ نہ صرف خدا کا وجود ایک حقیقت ہے بلکہ اس سے انسان کے ملنے کے امکانات بھی ہیں۔ یا یہ کہ خدا کو مکمل طور پر شعور اور عمل میں منکشف اور اسے زمین پر الوہی زندگی میں جلوہ گر کیا جا سکتا ہے۔"

مدر کی روحانی ڈائری میں جو "مناجات اور مراقبے" کہلاتی ہے کئی تجربے درج ہیں جس میں ان کی ریاضت اور زمین پر ان کے اصل کردار کی جھلکیاں مل جاتی ہیں۔

ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے "جب میں بچی تھی کوئی ۱۳ سال کی تو تقریباً ایک سال تک ہر رات جیسے ہی میں بستر پر سونے جاتی تو مجھے لگتا کہ میں اپنے جسم سے باہر آ گئی ہوں۔ اور گھر سے سیدھی اوپر اٹھ گئی ہوں۔ اُس کے بعد شہر سے اوپر بہت بلند۔ اور پھر میں اپنے آپ کو شان دار اور سنہری لبادہ میں ملبوس پاتی جو میرے قد سے بھی زیادہ لمبا ہوتا اور جیسے ہی میں اوپر اُٹھتی وہ لبادہ بھی بڑھ کر میرے اطراف میں حلقہ کی صورت میں پھیلتا جاتا یہاں تک کہ وہ شہر پر ایک وسیع چھت سی بن جاتا تھا۔ تب میں چاروں طرف سے مردوں، عورتوں، بچوں، معمر، بیمار، ناآسودہ انسانوں کو نکلتے دیکھتی۔ وہ سب اس پھیلے ہوئے لبادہ کے نیچے جمع ہو جاتے اور اپنی تکالیف، مصائب اور درد و غم کا حال سُنا کر مدد چاہتے۔ وہ زندہ اور پھیلا لبادہ ایک ایک کو اپنے دامن میں لے لیتا۔ جیسے ہی وہ لبادہ کو چھو لیتے ان کا دُکھ درد دور ہو جاتا اور وہ اس درجہ خوش اور طاقت ور ہو کر اپنے جسموں میں داخل ہوتے جتنے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔"

پانڈیچری میں ان کا قیام ایک سال سے کم رہا کیونکہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی تھی ۲۲ر فروری ۱۹۱۵ء کو وہ فرانس کے لیے روانہ ہو گئیں۔ فرانس سے وہ ۱۹۱۶ء میں جاپان گئیں جہاں وہ چار سال تک یعنی ہندوستان واپس آنے تک مقیم رہیں۔

۱۹۱۹ء میں رابندر ناتھ ٹیگور نے مدر سے جاپان میں ملاقات کی۔ کچھ عرصہ تک

وہ ایک ہی ہوٹل میں مقیم رہے۔ ایک دن ٹیگور نے مدر سے خواہش کی کہ وہ شانتی نکیتن کا کام سنبھال لیں مگر مدر نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کا مستقبل اور ان کا کام شری اروبندو سے وابستہ ہے۔

۲۲ر فروری ۱۹۱۵ء کو فرانس جانے کے بعد مدر اپنے تجربوں کے بارے میں کبھی کبھی شری اروبندو کو لکھا کرتی تھیں اور وہ جواب دیا کرتے تھے۔ ۲۶ر جون ۱۹۱۶ء کے خط میں شری اروبندو نے لکھا:

"مافوق ذہنی وجود کی روشنی اور طاقت کو بہ حفاظت تمام برقرار رکھنا ہی اصل منزل ہے جس کی سمت قوت اپنا رُخ بدل رہی ہے مگر اس کی رفتار میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ ذہنی فکر اور دماغی عزم کی پوری عادتیں قلب میں اس وقت اپنے وسوسے ٹھونستی رہتی ہیں جب بھی وہ یعنی قلب اپنے آپ کو مافوق ذہنی روشنی اور حکم کے لیے کھلا رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے علم اور عزم دونوں قلب تک گنجلک، گمراہ کن اور بگڑی ہوئی شکل میں پہنچتے ہیں"۔

۱۵ر اگست ۱۹۱۴ء سے شری اروبندو نے مدر کے ساتھ مل کر ایک مجلّا جاری کیا جس کا نام "آریا" تھا اس مجلّا کا مقصد دو گونہ تھا۔ پہلا وجود کے اعلیٰ مسائل کا باقاعدہ مطالعہ اور دوسرا وسیع پیمانے پر علم کے امتزاج کی صورت گری اور مشرق و مغرب کے مذاہب کی رنگارنگ روایات کو ہم آہنگ کرنا۔ اس کا طریقہ حقیقت پسندی پر مبنی تھا، بیک وقت استدلالی اور ماورائی۔ ایسی حقیقت پسندی جو عقلی اور سائنسی نظم و ضبط اور وجدانی تجربوں کے امتزاج پر مبنی ہو۔ اس رسالہ کا مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف مجلسوں اور انجمنوں کے لیے جو اس سے متاثر ہو کر قائم ہوئی تھیں ایک ترجمان کا کام دے سکے۔

ساتھ ہی ساتھ 'آریا' کا فرانسیسی ترجمہ بھی "عظیم امتزاج پر تبصرہ" کے عنوان سے پانڈیچری سے شائع ہوتا رہا۔ پہلی جنگِ عظیم میں شدت پیدا ہونے کی وجہ سے اس کی

اشاعت چند مہینوں بعد بند ہو گئی۔

آریا میں یہ مضامین سلسلہ وار شائع ہوئے:

'الوہی زندگی'۔ 'یوگا کا امتزاج'۔ 'انسانی جنم کا چکر'۔ 'انسانی اتحاد کا آدرش'۔ 'وید کے اسرار و رموز'۔ 'گیتا پر مضامین'۔ 'ہندوستانی تہذیب کی اساس' اور 'شاعری کا مستقبل'۔

اس کے علاوہ مختصر مضامین بھی شائع ہوئے جیسے:

'وجہ تخلیق کائنات'۔ 'کتب مقدس مع شرح' وغیرہ۔ اور ایسے متفرق موضوعات پر جیسے:

'پودے کی روح'۔ 'جینے کا سوال'۔ 'جینے کی خبر'۔ 'جنوبی ہند کے مجسمے' اور دوسرے مضامین۔ ان کی نگارشات ان کے مطالعے اور غور و فکر کا نتیجہ تھیں۔ ایک وسیع طاقت اوپر سے اتر کر ان میں جاگزیں ہو گئی اور 'آریا' راست قلم میں منتقل ہو گیا۔

۱۹۲۱ء کی ابتدا میں 'آریا' کی اشاعت بند کر دی گئی گو کہ یہ منفعت بخش اشاعت تھی مگر شری اروبندو اب اپنی زندگی کے اصلی منشا و مقصد میں زیادہ منہمک ہو گئے یعنی مافوق ذہن تک رسائی اور مافوق ذہن کا نزول۔ اسی لیے ایسی تحریروں کے واسطے ان کو کم سے کم وقت مل سکا۔

۲۴ اپریل ۱۹۲۰ء کو مدر ہمیشہ کے لیے پانڈیچری واپس آ گئیں۔ ۲۴ نومبر کو اسی سال وہاں سخت برساتی طوفان آیا، جس کی وجہ سے اس مکان کی چھت کو نقصان پہنچا، جس میں وہ رہتی تھیں۔ شری اروبندو کو اس کی خبر ہوئی، اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ نقصان جو چھت کو پہنچا ہے ایسا ہے کہ مدر کا وہاں رہنا غیر محفوظ ہوگا۔ اسی لیے شری اروبندو نے مدر کو اپنے مکان میں جہاں وہ مقیم تھے آ جانے کی

دعوت دی۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں ایک اجتماعی مراقبہ شروع ہوا۔ مراقبوں کے یہ اجتماع عموماً ۴ بجے سہ پہر شروع ہوتے اس کے بعد مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو مدر نے مکان کے تمام انتظامات کی ذمہ داری سنبھال لی اور وہ سب ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں مکان نمبر ۴۱ ریو فرانکوا مارٹن (جو بعد میں گیسٹ ہاؤز کہلایا) سے مکان نمبر ۹ ردو ے لا میرین میں منتقل ہوگئے جو اب آشرم کی اصل عمارت ہے اور جہاں شری اروبندو کی سمادھی ہے۔

۱۰۔ برتر ذہن کا نزول

شری اروبندو کی ریاضت بے روک ٹوک جاری رہی۔ ایک سے زیادہ مرتبہ انھوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاسوں کی صدارت سے انکار کیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مونجے کو انھوں نے اگست ۱۹۲۰ء میں جو خط لکھا اس موضوع پر خاص طور سے روشنی ڈالتا ہے۔" جیسا کہ میں نے آپ کو تار سے آگاہ کیا تھا کہ میں کہ اپنے آپ کو اس موقف میں نہیں پاتا کہ آپ کی ناگپور سیشن کی صدارت کی پیش کش قبول کروں کیونکہ میں نے قطعی طور پر ایک دوسری طرح کا کام شروع کر دیا ہے جس کی اساس روحانیت پر ہے۔ ایسا کام جس کا مقصد روحانی، سماجی، تہذیبی، اور معاشی زندگی کی انقلابی انداز میں تشکیل جدید ہے اور میں اس کی کوشش یا کم از کم اس کی نگرانی کر رہا ہوں کہ ایک قسم کے علمی یا عملی کے تجربوں کی اس انداز میں طرح ڈالوں، جس کے لیے میری ساری قوت اور توجہ درکار ہے۔ اپنی بقیہ زندگی کے لیے میں نے اس کو اپنا مشن یا مقصد بنا لیا ہے۔"

جن لوگوں کو انھوں نے ریاضت کے لیے تیار پایا، ان کی ہمیشہ ہمت افزائی کی۔ ان کے ایک پیرو، امبو بھائی پورانی نے جو قومی تحریک میں شامل تھے شری اروبندو سے دسمبر ۱۹۰۸ء میں ملاقات کی۔ شری اروبندو نے ان سے ان کی سادھنا کے بارے میں پوچھا۔

پورانی نے اپنی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا "جب تک کہ ہندوستان

آزاد نہیں ہو جاتا، اس وقت تک دلی توجہ دینا مشکل ہے"۔ تب شری اروبندو نے پوچھا۔
"فرض کرو تم کو اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ ہندوستان آزاد ہو جائے گا"
پورانی ششدر رہ گئے "کون ایسا یقین دلا سکتا ہے"۔ انھوں نے پوچھا۔ شری اروبندو نے جواب دیا "فرض کرو میں تم کو یہ یقین دلاؤں ؟" اس جواب نے پورانی کو مطمئن کر دیا اور وہ بولے "اگر آپ یقین دلاتے ہیں تو میں اسے قبول کر سکتا ہوں"۔ ان کی طرف مڑ کر شری اروبندو نے جواب دیا "تب میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان آزاد ہو جائے گا۔"

ذاتی مسئلہ حل ہو گیا تو پورانی خوش ہو کر گجرات لوٹ گئے ۱۹۲۱ء میں جب وہ پانڈیچری واپس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ شری اروبندو کا جسم دودھیا رنگ کی سفید روشنی سے دمک رہا ہے۔ شری اروبندو نے وضاحت کی کہ جب اعلیٰ ترین شعور ذہنی سطح سے حیاتی بلکہ حیاتی سطح سے بھی نیچے نازل ہوتا ہے تب ایک غیر معمولی تبدیلی اعصابی اور جسمانی وجود میں ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔

کچھ دن بعد پورانی نے ان سے پوچھا "آپ کس انتظار میں ہیں؟" شری اروبندو نے ہمیشہ کی طرح نرم آواز میں جواب دیا "یہ سچ ہے الوہی شعور کا نزول ہو چکا ہے مگر ابھی اس کا نزول جسمانی وجود میں یا جسمانی سطح پر نہیں ہوا ہے۔ جب تک یہ کام نہیں ہو جاتا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کام تکمیل پا چکا ہے۔"

۱۹۲۱ء کے موسم سرما میں وسط میں پتھر پھینکنے کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ ایک باورچی دٹل کو نوکری سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ غصے میں آکر ایک مسلمان کے پاس گیا جو کالے جادو کا ماہر تھا۔ اس شخص نے آشرم کے گھروں پر پتھر پھکوانے شروع کروا دیے۔ پتھر کبھی آشرم کے ایک گھر پر گرتے اور غائب ہو جاتے اور پھر دوسری جگہ گرتے۔

پولیس سے مدد چاہی گئی مگر جب ایک پتھر پولیس کے آدمی کے پیروں کے بیچ میں عجیب طریقہ پر آ گرا تو اس نے خوف و دہشت میں کیس چھوڑ دیا۔ ان پتھروں سے گھر کے ایک نوکر کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا تھا۔ مدر، نے ان معاملات میں اپنے علم کی بنا پر یہ طے کیا کہ یہ سلسلہ اسی وقت رک سکتا ہے جب اس نوکر کا تعلق اس گھر سے ختم ہو جائے تو اس نوکر کو گھر سے نکال دیا گیا اور یہ انوکھا تماشا بند ہو گیا۔

وٹل باورچی بری طرح بیمار پڑ گیا۔ اس کی بیوی نے شری اربندو سے التجا کی اور انھوں نے اپنی فراخ دلی سے یہ کہتے ہوئے معاف کر دیا "اس حرکت پر اسے مرنے کی ضرورت نہیں" اور وہ اچھا ہو گیا۔ ۱۹۲۳ء میں پیرؤوں نے شری اروبندو کی سال گرہ منانی چاہی مگر شری اروبندو نے کہا "حق اور سچائی پر رہنا ہی سال گرہ منانا ہے"۔

دوسرے سال ۱۹۲۴ء میں اپنی سال گرہ کے موقع پر انھوں نے کہا "میں خاموش شعور کے ذریعے ترسیل کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ بات چیت کا مخاطب ذہن ہوتا ہے اور خاموش شعور کے ذریعہ گہرائیوں میں پہنچا جا سکتا ہے"

دوسرے سال نومبر ۱۹۲۶ء میں ایک یادگار واقعہ پیش آیا۔ یعنی برتر ذہن کا نزول طبعی سطح پر ہوا۔ جو لوگ شری اروبندو کی تحریروں سے واقف ہیں وہ اسے یوم "کشف و کرامات" کے نام سے جانتے ہیں یہ دن آشرم میں درشن کے چار دنوں میں سے ایک ہے۔

۱۹۲۶ء کی ابتدا سے سادھک ایک اعلیٰ قوت کا دباؤ زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے لگے اور وہ رہنمائی کے لیے مدر سے رجوع ہونے لگے۔ فضا میں ایک طرح کے انتظار کی کیفیت پیدا ہو گئی اور ۲۴ نومبر کی شام میں سارے پیر دبلاوے پر اُس وَرانڈے میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ جہاں معمولاً مراقبہ ہوا کرتا تھا۔ عجیب بات

یہ ہے کہ وہ بھی تعداد میں ۲۴ ہی تھے۔

شری اروبندو اور 'مدر' کے پیچھے کی دیوار پر ایک پردہ لٹک رہا تھا۔ جس پر تین چینی اژدھے سونے سے منقش کیے گئے تھے۔ 'مدر' اور شری اروبندو نے معتقدوں کو دعائیں دیں اس کے بعد مختصر مراقبہ ہوا۔ اگرچہ آشرم میں فضا ہمیشہ نورانی رہتی تھی مگر اس روز وہ اور منور ہوگئی تھی۔ شری اروبندو نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

"۲۴ نومبر ۱۹۲۶ء زمین پر کرشن کے نزول کا دن تھا۔ کرشن مافوق ذہن روشن نہیں ہیں۔ کرشن کا نزول عبارت ہے قدسی اور برتر ذہن کے نزول سے، جو ایک طرح کی تیاری ہے مافوق ذہن اور سرور سرمدی کے نزول کی"۔

مافوق ذہن کا نزول شعور ارضی میں تیس سال بعد ۱۹۵۶ء میں ہوا۔

نومبر ۱۹۲۶ء کے فوری بعد شری اروبندو نے پیروں اور مریدوں سے اپنا تمام ذاتی ربط ختم کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ تب مدر نے آشرم کا پورا انتظام سنبھالیا۔ سادھکوں کی ایک بڑی تعداد شری اروبندو کی گوشہ نشینی سے پریشان ہو گئی۔ شری اروبندو نے ان کو اس طرح یقین دلایا "اگر تم سمجھتے ہو کہ مدر تمھاری کچھ مدد نہیں کرسکتیں، اگر تم مدر کی مدد سے استفادہ نہیں کرسکتے تو پھر میری مدد سے تو تم اس سے کم فائدہ اُٹھا سکو گے۔ بہر حال میں نے جو انتظام کیا ہے اِسے کسی صورت میں بدلنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جو بغیر کسی استثناء کے سارے پیروؤں کے لیے ہے۔ اُنھیں روشنی اور قوت مدر ہی سے حاصل کرنی ہوگی، مجھ سے نہیں۔ اور سب کی روحانی نشو ونما میں وہی ان کی رہنمائی کریں گی۔ میں نے یہ انتظام کسی عارضی غرض سے نہیں کیا ہے بلکہ یہی ایک راستہ ہے جو سچا اور موثر ہے بشرطیکہ معتقدوں کے دل کھلے ہوں اور وہ اثر پذیری کی صلاحیت رکھتے ہوں"۔ (اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدر کا درجہ کیا ہے اور ان کی قوت کتنی ہے)۔

اس وقت عام طور پر یہ تاثر تھا کہ اروبندو کا یوگا کوئی نئی بات نہیں بلکہ انھوں نے جو اصطلاحیں جیسے "مافوق ذہن" وغیرہ استعمال کی ہیں صرف وہ نئی ہیں اور قدما نے اس کو بہت پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔ اس تاثر کو درست ثابت کرنے کے لیے شری اروبندو نے لکھا:

"یہاں یہ خیال ہے کہ ماضی میں اس یوگا کے لیے بارہا سعی کی گئی اور روشنی کا نزول ہوتا رہا اور وہ بار بار واپس چلی گئی، یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ میرا یہ خیال ہے کہ مافوق ذہنی طبعی جسم کو نیچے نہیں لایا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ وہاں موجود رہتا۔ اس لیے اپنی مساعی کی اہمیت کو نہیں گھٹانا چاہیے اور اس کی تکمیل میں رکاوٹیں نہیں کھڑی کرنی چاہییں۔"

مافوق ذہن کی ریاضت جاری رہی۔ اس کے نزول کی بنیاد تیار کی جا رہی تھی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں شری اروبندو نے لکھا "پانچ یا چھ سے زیادہ آدمی آشرم میں ایسے موجود ہیں جنھوں نے کم از کم الوہی معرفت میں کچھ کامیابی حاصل کی ہے۔ بعض نے ویدانتی اور بعض نے بھگتی کی معرفت حاصل کی مگر ان سب کا شمار نہیں کیونکہ اس آشرم سے باہر جو معرفت ہے، وہاں صرف کشف و کرامات کا آغاز ہے۔ یہاں اس کا معیار یہ ہے کہ ایسی قلبِ ماہیت ہو جو نفسی، روحانی، اور آخر میں مافوق ذہنی سب میدانوں کو محیط کرلے۔"

۲۴ر نومبر سنہ ۱۹۳۸ء کو ۲ بجے رات میں شری اروبندو اپنے کمرے میں پھسل گئے اور ان کے سیدھے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی، درشن منسوخ کر دیا گیا۔

شری اروبندو نے کہا "مخالفانہ قوتوں نے درشن جیسی چیزوں کو روکنے کی کئی بار کوشش کی مگر میں ان کے سب حملوں کو پسپا کرنے میں کامیاب رہا۔ میری ٹانگ کو جو حادثہ پیش آیا تو اس وقت میں "ماں" کی حفاظت میں مصروف تھا اور اپنے

آپ کو بھول گیا تھا۔ مجھے گمان نہ تھا کہ دشمن مجھ پر حملہ آور ہوں گے اور یہ میری غلطی تھی"۔

ایک دوسرے موقع پر انھوں نے کہا "بے شک میں اسے لڑائی کا ایک واقعہ گردانتا ہوں"۔ اس حادثہ کی وجہ سے کچھ ڈاکٹروں اور پیروؤں کو ان کی ذاتی دیکھ بھال کا موقع مل گیا۔

۱۹۲۶ء میں ان کی جسمانی گوشہ نشینی کے بعد شری اروبندو سال میں صرف تین بار درشن دیا کرتے تھے۔ ۲۱ر فروری ۔ ۱۵ر اگست اور ۲۴ر نومبر کو۔

۱۹۳۹ء کے بعد ۲۴ر اپریل کا، درشن کے چوتھے دن کی حیثیت سے اضافہ ہو گیا۔ ان دنوں کی اہمیت اس طرح بھی تھی۔ مدر کی سال گرہ کا دن، اروبندو کی سال گرہ کا دن، کشف کا دن اور مدر کی پانڈیچری میں آخری آمد کا دن۔

ایک بار ایک نابینا سادھو درشن کے لیے آیا جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کے درشن کو آنے کو کیا فائدہ ہے جب وہ دیکھ ہی نہیں سکتا، تو سادھو نے جواب دیا یہی بہت اہم ہے کہ شری اروبندو اپنی الوہی نگاہیں مجھ پر ڈالتے ہیں ـــ کتنے لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا مقصد پورا ہو گیا جب وہ شری اروبندو کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور گرو کی نظریں ان کے وجود کی گہرائیوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ وہ بار بار آتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بہت ہی حیرت انگیز بات ہو جائے گی اگر وہ ہر مہینے شری اروبندو کو دیکھ سکیں۔ ان کی یہ التجائیں شری اروبندو تک پہنچائی گئیں مگر انھوں نے منظور نہیں کیا اور جواب دیا۔

"اگر ہر مہینہ میں باہر جاؤں تو میرے باہر جانے کا جو اثر ہے وہ ایک تہائی ختم ہو جائے گا"۔

۱۱۔ روحانی قوت سرگرمِ عمل

دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا اس پر شری اروبندو نے قریبی نظر ڈالی۔ جب سنہ ۱۹۳۰ء میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی تو ابتدا میں انھوں نے اس پر عملی توجہ نہیں دی۔ جب فرانسیسیوں نے بہر حال نازیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور برطانوی فوجوں نے ڈنکرک کے راستے قبضہ چھوڑ دیا تو شری اروبندو نے اپنی روحانی قوت کا زور اتحادیوں کی مدد کے لیے لگا دیا۔

اس کے بعد انھیں دیکھ کر یہ اطمینان ہوا کہ جرمنوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات کے قدم رک گئے اور جنگ کا دھارا مخالف سمت میں بہنا شروع ہو گیا۔ ایسی روحانی حرکی قوت موجود ہے جس کو وہی قبضہ میں لا سکتے ہیں جو روحانی شعور کے بلند مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہی قوت تھی جسے اروبندو نے حاصل کر لیا تھا۔ اس قوت کو ابتدا میں انھوں نے ذاتی کاموں کے محدود میدان میں استعمال کیا، مگر بعد میں عالمی قوتوں کے لیے استعمال کرتے رہے۔

۱۳ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء کو شری اروبندو نے اپنے ایک پیرو کو لکھا "یقینی طور پر میری قوت آشرم اور اس کے حالات تک محدود نہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو یہ وسیع پیمانے پر جنگ کو صحیح سمت میں آگے بڑھانے اور انسانی دنیا میں تبدیلی لانے کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔"

ایک دوسرے خط میں انھوں نے اپنے ایک پیرو کو اس طرح مداخلت کی

وجوہات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا "تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ جنگ ایک قوم کی دوسری قوم کے خلاف یا صرف ہندوستان کے لیے ہے یہ جدوجہد ایک آدرش کے لیے ہے، جیسے انسانیت کی زندگی میں زمین پر قائم ہونا چاہیے۔ یہ لڑائی اس صداقت کے لیے ہے جسے مکمل طور پر حاصل کیا جانا ہے یہ لڑائی اُس تاریکی اور جھوٹ کے خلاف ہے جو مستقبل قریب میں اپنا منحوس سایہ زمین پر اور انسانیت پر ڈالنا چاہتی ہے — اِدھر اُدھر کے سطحی حالات پر نہیں اس جنگ کے پیچھے جو قوتیں کام کر رہی ہیں، ان پر نظر رکھنی چاہیے۔ اس میں ذرا سا بھی شبہہ نہیں کہ اگر ایک قوت جیت جاتی ہے تو آزادی، روشنی اور سچائی کی امید ختم ہو جائے گی، اور جو کام کرنا ہے وہ ایسے حالات کے تابع ہو جائے گا کہ اس کا انجام دینا ایک طرح سے ناممکن ہو جائے گا اور جھوٹ اور تاریکی ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ سنگ دلانہ ظلم و زیادتی اور تذلیل ایک بڑی انسانی نسل کی تقدیر بن جائے گی۔ اس طرح کہ اس ملک کے لوگ اس کا گمان نہیں کر سکتے اور نا ہی اس کا پوری طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر دوسری قوت جس نے انسانیت کے آزاد مستقبل کی حمایت کا اعلان کیا ہے، جیت جاتی ہے تو یہ بھیانک خطرہ جو سروں پر منڈلا رہا ہے ٹل جائے گا اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے کہ جن میں اس آدرش کو آگے بڑھنے اور الوہی کام کو منزل تک پہنچانے کے مواقع حاصل رہیں گے اور اس روحانی سچائی کو بھی پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا جسے ہم زمین پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اس مقصد کے لیے لڑ رہے ہیں وہ الوہیت کے لیے لڑ رہے ہیں اور ابلیسی طاقتوں کے خطرے کے خلاف لڑ رہے ہیں۔"

شری اروبندو نے جنگی فنڈ میں چندہ دیا۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں سر اسٹیفرڈ کریس ہندوستان کو جنگ کے خاتمے پر مکمل نو آبادیاتی درجہ کی آزادی دینے کی تجویز

لے کر آئے تو اُنھوں نے اسے قبول کرنے کی سفارش کی۔ ہندوستانی رہنما بہر حال کچھ سننے کے موڈ میں نہ تھے۔ شری اروبندو حملہ آوروں کے خلاف اپنی روحانی قوت کے استعمال پر بھروسہ کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے اُنھوں نے کئی وجوہات کی بنا پر جاپانی حملے کے خلاف اپنی روحانی قوت کے ساتھ اس وقت تک مداخلت نہیں کی جب تک یہ ظاہر نہیں ہوگیا کہ جاپان ہندوستان پر حملہ کرکے بلکہ اپنی فوجوں کو بھیج کر اس کو فتح کرلینا چاہتا ہے۔ اس کے بعد پھر انھوں نے اپنی روحانی قوت استعمال کی اور اُنھیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ جاپانی فتوحات کا سیلاب، جو اس وقت تک اپنے سامنے کی ہر چیز کو بہا لے جا رہا تھا اس کا رُخ فوراً بدل گیا۔ تیزی سے پچھلے جاتے ہوئے اور آخر میں ایک بہت بڑی اور غیر معمولی شکست کی صورت میں ختم ہوا۔

کچھ عرصہ بعد ان کو یہ تسلی بھی ملی کہ اُنھوں نے جو پیش گوئی ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں کی تھی وہ صحیح ثابت ہوئی اور داخلی مشکلات کے باوجود ہندوستان آزاد ہوگیا۔

اُنھوں نے لکھا "خارجی رہنماؤں کے مقابلے میں داخلی رہنمائی کرنا لاکھوں بار آسان ہے۔ فرض کیجیے میں چاہتا ہوں کہ جنرل ایکس (X) وائی (Y) کے آدمی کو مار کر جی (G) کے پاس بھیج دے۔ میں اس پر صحیح زور ڈالتا ہوں اور ایکس (X) چونک پڑتا ہے اور اپنے فوجی علم و صلاحیت سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہے اور کام پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مجھ میں ظاہر یا مخفی ماہرانہ فوجی ذہانت نہیں ہے اور میں اس کو یہ لکھوں کہ یہ کرو اور وہ کرو تو وہ نہیں کرے گا اور میں خود بھی کرنے کے قابل نہ ہوں گا۔ یہ عمل شعور کی دو مختلف سطحوں پر انجام پاتا ہے۔"

اُنھوں نے اپنی قوت کو دوسرے موقعوں پر بھی خاموشی سے استعمال کیا۔



دسمبر ۱۹۵۰ء مہاسمادھی



آشرم میں شری اروبندو کی سمادھی



آشرم کی خاص عمارت



آشرم کے کھیل کے میدان میں شری اروبندو کے انٹرنیشنل سنٹر آف ایجوکیشن
کی سالانہ تقریب میں یکم دسمبر کو آشرم کے بچوں کی پریڈ

مستقبل کے عالمی شہر آروویل کا نمونہ ایک آرکیٹک کے تصوّر میں



جو ان کے اپنے الفاظ میں اس طرح ہے: "اسپین میں، میں غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔ کام کرنے کے لیے جنرل میکا قابلِ تعریف آلہ کار تھا۔ روحانی قوت کی کار فرمائی آلہ کار پر منحصر ہے۔ باسکو بالکلیہ ناکام رہا۔ ناگشن اچھا آلہ کار تھا مگر اس کے اطراف کے لوگ گو اچھے سپاہی تھے مگر بُری طرح غیر منظم اور غیر مسلح تھے۔ مصر کامیاب نہیں رہا۔ آئرستان اور ترکی غیر معمولی طور پر کامیاب رہے۔ آئرستان میں میں نے جو کچھ کیا بالکل وہی بنگال میں بھی کرنا چاہتا تھا۔"

ساوتری کے یہ الفاظ بالکل ان کے کام پر صادق آتے ہیں "دنیا کے علم کے بغیر وہ سرگرم عمل رہی۔" ایک دوسرے موقع پر شری اروبندو نے کہا "یہ مضحکہ خیز اور شیخی کی بات ہو گی اگر میں یہ کہوں کہ میں نے تین سال تک روسی انقلاب کے لیے کام کیا میں ان اثرات میں سے ایک تھا جو اس کی کامیابی کے لیے کام کرتے رہے۔"

۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوگیا۔ ہم ذیل میں شری اروبندو کے اس پیام کے اقتباسات دیتے ہیں جو انھوں نے اس موقع پر دیا تھا جس میں اُنھوں نے اپنے مستقبل کے خواب بیان کیے ہیں: "۱۵ راگست! خود میری سال گرہ کا دن ہے۔ فطری طور پر میرے لیے یہ باعثِ تشکر ہے کہ اس دن کو اب اتنی بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ میں اس مطابقت کو اتفاقیہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ اس الوہی قوت کی مرضی سے ہوا، مجھ پر جس کی پسندیدگی کی مہر ثبت ہے اور جو ہر مرحلے پر میری رہنمائی کرتی ہے جس سے میں نے زندگی کا آغاز کیا تھا' یہ اس کی تکمیل کا آغاز ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ آج میں دنیا کی تمام تحریکوں پر نظر رکھ سکتا ہوں اور جن کے بارے میں 'میں امید رکھتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں پوری ہو جائیں گی۔ کل یہ ناممکن العمل خواب معلوم ہوتے تھے مگر اب تکمیل آرزو کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان میں سے پہلا خواب ایک انقلابی تحریک تھی جو آزاد اور متحدہ ہندوستان کو جنم دینے والی تھی۔ آج ہندوستان آزاد ہے مگر وہ اتحاد

حاصل نہ کر سکا لیکن جو بھی ذرائع ہوں اور جس طریقہ سے بھی ممکن ہو یہ تقسیم ختم ہونی چاہیے، اتحاد ناگزیر ہے اور حاصل کیا جائے گا کیونکہ ہندوستان کی عظمت کے لیے یہ ضروری ہے۔"

دوسرا خواب' ایشیا کے عوام کا پھر سے اپنا مقام حاصل کرنے اور بیرونی تسلّط سے چھٹکارا پانے سے متعلق تھا تاکہ ایشیا انسانی تہذیب کی ترقی میں اپنا عظیم کردار ادا کرسکے۔ ایشیا بیدار ہو چکا ہے اس کے بہت سے حصّے آزاد ہو چکے ہیں یا اس گھڑی آزادی کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں یا ایسے حصّے جو ابھی محکوم ہیں یا جزوی طور پر محکوم ہیں وہاں بھی جدوجہد جاری ہے اور وہ آزادی کی منزل کی سمت بڑھ رہے ہیں۔

تیسرا خواب عالم گیر اتحاد سے متعلق تھا جو ساری انسانیت کے لیے ایک بہتر، روشن اور شریفانہ زندگی کی خارجی بنیاد کی تعمیر کر سکے۔

"یگانگت کا ایک نیا جذبہ ساری انسانی نسل پر طاری ہو جائے گا۔" ایک دوسرا خواب "دنیا کے لیے ہندوستان کے روحانی تحفے کا دور شروع ہو چکا ہے۔ ہندوستان کی روحانیت یورپ اور امریکہ میں زیادہ سے زیادہ حد تک داخل ہو رہی ہے۔"

آخری خواب، اس ارتقاء کی سمت ایک قدم تھا جو انسان کو اعلیٰ اور وسیع شعور کے مقامات تک پہنچائے گا، اور ان مسائل کو حل کرنا شروع کرے گا، جنھوں نے اس وقت سے اسے پریشانی اور اُلجھن میں ڈال رکھا ہے جب سے کہ اس نے پہلے پہل غور کرنا اور انفرادی تکمیل اور مکمل سوسائٹی کے خواب دیکھنے شروع کیے تھے۔

۱۲۔ لطیف جسمانی سطح پر مافوق ذہن کا نزول

۵ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ایک بج کر ۲۶ منٹ پر شری اروبندو نے اپنے جسدِ خاکی کو چھوڑا جو ایک سو گیارہ گھنٹوں سے زیادہ عرصہ تک دمکتا رہا، مافوق ذہن کی روشنی کے ارتکاز سے منور۔ وہ جسمانی طور پر دنیا سے روپوش ہوئے، تاکہ جو کام ہے اسے پورا کریں یعنی مافوق ذہن کو نیچے مادی دنیا میں لانے کی کوشش کریں۔

مدر نے اعلان کیا ”شری اروبندو کا انتم سنسکار آج نہ ہوگا۔ ان کا جسدِ خاکی مافوق ذہنی روشنی کا اس درجہ مرکز ہے کہ اس کی ہیئت بگڑنے کے ذرا سے آثار بھی نہیں اور ان کے جسدِ خاکی کو اس کی ہیئت قائم رہنے تک اسی طرح بستر پر رہنے دیا جائے گا۔“

اس موقع پر مدر نے جو دوسرے اعلان کیے وہ حسب ذیل ہیں۔

”بھگوان تم نے آج صبح مجھے یقین دلایا ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس وقت تک رہو گے جب تک تمہارا کام تکمیل نہیں پا جاتا۔ ایک شعور کے طور پر نہیں بلکہ باعمل حرکی موجودگی کے ساتھ تم نے صاف وعدہ کیا ہے کہ تم اپنے وجودِ تمام کے ساتھ یہاں رہو گے اور اس وقت تک ارضی ماحول کو نہیں چھوڑو گے جب تک خود ارض نہ بدل جائے ہماری عرض قبول ہو کہ ہم تمہاری مافوق العادت موجودگی کے لائق بنیں، ہمارا سارا وجود اس عزم کے لیے وقف ہے کہ ہم تمہارے اعلیٰ ترین کام کی تکمیل کے لیے پوری تندہی اور لگن سے جُتے رہیں۔

”جب میں نے اُن سے کہا کہ پھر زندہ ہو جائیں تو اُنھوں نے صاف جواب دیا: میں نے جسدِ خاکی کو خاص مقصد کے لیے چھوڑا ہے اب میں اسے واپس نہیں لوں گا میں پھر اپنے

آپ کو مافوق ذہنی جسم میں ظاہر کروں گا جو مافوق ذہنی طرز پر بنا ہوگا۔"

"ہم اس کے حضور میں کھڑے ہیں جس نے اپنی مادی زندگی قربان کردی تاکہ اپنے قلبِ ماہیت کے کام کو زیادہ مکمل طریقہ پر انجام دے سکے۔"

۹ دسمبر کو جب روشنی رخصت ہونے لگی تو ان کے جسدِ خاکی کو صندل کے صندوق میں اور آشرم کے دالان میں شجرِ عبادت کے نیچے رکھا گیا۔ ان کی سمادھی سادھکوں کے گیان دھیان اور مراقبہ کے لیے پُرسکون معبد اور دنیا بھر سے آنے والے زائرین کے لیے ایک زیارت گاہ بن گئی ہے۔

مدر نے کہا "لوگ نہیں جانتے کہ انھوں نے دنیا کے لیے کیا زبردست قربانی دی ہے۔ ایک سال کی بات ہے جب میں کچھ معاملات پر ان سے باتیں کر رہی تھی تو میں نے ان کو بتایا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنا جسدِ خاکی چھوڑ رہی ہوں۔ شری اروبندو نے بڑے پُریقین لہجہ میں کہا "نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگر قلبِ ماہیت کے لیے ضروری ہے تو میں چلا جاؤں گا۔ تم کو مافوق ذہنی نزول اور قلبِ ماہیت کے لیے ہمارے یوگا کو تکمیل تک پہنچانا ہوگا۔"

مدر کے مطابق شری اروبندو کی مستقل سکونت لطیف عالمِ طبعی (زمین سے قریب علاقہ) میں ہے وہ تمام لوگ جو ان کے دید کے آرزومند ہیں وہاں جاکر ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ اس لطیف عالمِ طبعی میں ان کی شکل وہی ہے جو زمین پر تھی مگر لافانیت کی انتہاء خاموشی میں ڈوبی ہوئی!

ریاضت اور دوسرا کام مادی اور مافوق مادی سطح پر جاری رہا۔ شری اروبندو کے جسدِ خاکی کو چھوڑنے کے چھ سال بعد ایک یادگار واقعہ پیش آیا۔

شری اروبندو کے حلقوں میں یہ افواہ گرم تھی کہ سنہ ۱۹۵۶ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہوگا خاص طور پر ۲۴ر اپریل کا دن۔ یہ واقعہ جس کا عرصہ سے انتظار تھا یعنی

مافوق ذہن کا نزول بہر حال دو مہینے پہلے یعنی ۲۹ فروری کو رونما ہوا۔ مدر نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے :

"آج شام وہ الوہی وجود ٹھوس اور مادی روپ میں تمہارے درمیان موجود تھا۔ میرا جسم زندہ سونا بن گیا تھا کائنات سے بھی بڑا، اور میرے سامنے ایک بہت بڑا اور وسیع سونے کا دروازہ تھا جو مادی دنیا کو الوہی دنیا سے علیحدہ کر رہا تھا۔ جب میں نے دروازہ پر نظر ڈالی تو میرے شعور کے ایک لمحہ میں جان پڑ گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ وقت آگیا ہے، اور دونوں ہاتھوں میں سونے کا ایک بھاری ہتھوڑا لے کر میں نے دروازے پر ایک ضرب لگائی۔ ایک ہی ضرب میں وہ دروازہ چکنا چور ہو گیا تب وہ مافوق ذہنی روشنی اور قوت اور شعور ایک سیلاب کی صورت میں بغیر کسی رکاوٹ کے زمین پر پھوٹ بہا۔"

مدر نے ۲۴ اپریل ۱۹۵۶ء کو اس بات پر زور دیا "مافوق ذہن کا زمین پر ظہور اب وعدہ نہیں رہا، بلکہ ایک امر واقعہ، ایک زندہ حقیقت ہے۔ وہ یہاں کارفرما ہے اور ایک دن آئے گا جب بہت زیادہ اندھے، بہت زیادہ بے شعور بلکہ بہت زیادہ غیر آمادہ ذہن اس کو ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔" مدر نے حسب ذیل پیغام بھی دیا :

"خدایا تو نے حکم دیا تھا اور میں نے تعمیل کر دی
ایک نئی روشنی زمین پر آتی رہی
ایک نئی دنیا جنم لے چکی ہے
جن باتوں کا وعدہ تھا وہ پوری ہو چکی ہیں۔"

چار سال بعد ۲۹ فروری ۱۹۶۰ء کو مدر نے اعلان کیا "اب سے ۲۹ فروری 'الوہی دن' ہو گا۔"

ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے مولا نے کہا تھا "جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس میں جب بھی ہم کامیاب ہوں وہ ابتدا ہو گی تکمیل نہیں۔ وہ زمین پر نئے شعور کی بنیاد ہو گی ایسا

شعور حس کے مظاہر کے لامحدود امکانات ہیں"۔ ایک بار ایک پیرو نے مدر کی توجہ شری اروبندو کے اس قول کی طرف دلائی "مافوق ذہن ۱۹۶۷ء میں حصولِ اقتدار کی منزل میں داخل ہوگا" پھر اس نے پوچھا "اقتدار کا حصول" سے کیا مراد ہے، مدر نے جواب دیا "انسان کے ذہن اور واقعات کے دھارے پر فیصلہ کن انداز میں عمل کرنے کا اقتدار"۔ اس کے بعد ذیل کی بات چلی:

پیرو۔ مدر کے مادی وجود پر اس اقتدار کے حصول کا کیا اثر ہوا ہے اس کے علاوہ دوسروں پر اور عام طور پر دنیا اور اس کے غیر معمولی مسائل پر بھی اس کا کیا اثر پڑا؟

مدر۔ "ہم ذرا صبر سے انتظار کریں تو ہمیں خود نظر آجائے گا"۔

۱۴۔ مافوق ذہنی مستقبل

مدر کی تحریروں سے چند مختصر اقتباسات دیے جا رہے ہیں جن سے مافوق ذہنی مستقبل کے چند پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ۱۹۵۸ء: "مافوق ذہن جو دنیا کی فضا میں تقریباً ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور جو تیاری کر رہا ہے مافوق انسان اور موجودہ انسان کے درمیانی وجود کے ظہور کی یعنی قدیم کے اندر ایک بالکل نئی تخلیق کی اور یہ جوہر عمل پیرا ہے ذہن انسانی پر تاکہ نئی تخلیق سے شعوری رشتہ قائم ہو سکے۔

"دنیا میں جو چیز مجھے سب سے زیادہ ناقابلِ برداشت معلوم ہوتی ہے وہ ہے جسمانی انحطاط، جسمانی ابتلاء، بدصورتی۔ ہر وجود میں جو خوبصورتی پنہاں ہے اس کے اظہار کا عجز۔ مگر ایک دن انسان سب پر قابو پا لے گا۔ جتنا انسان مادہ کی گہرائیوں میں اترنا چاہے گا اتنا ہی اسے شعور کی بلند سطح پر اٹھنا ہو گا۔

"مافوق ذہنی زندگی کی شروعات جس کے حصول کا ذریعہ کائنات کے ارتقاء میں دوسرا ہے۔ اس کی نشو و نما ہو رہی ہے، ممکن ہے ظاہر میں نہ ہو مگر یقینی انداز میں ہو رہی ہے۔ یہ بات زیادہ سے زیادہ واضح ہو رہی ہے کہ مافوق ذہنی زندگی تک رسائی کا سب سے مشکل ذریعہ فکری عمل ہے۔ اس نئے جوہر میں جو دنیا میں پھیل رہا ہے اور عمل پذیر ہے اس میں ایک ایسی حرارت، ایسی قوت، ایسی مسرت موجود ہے اور جو اتنی شدید ہے کہ سارا فکری عمل اس کے سامنے سرد و خشک نظر آتا ہے اس لیے ان باتوں کا جتنا کم ذکر ہو اتنا ہی اچھا ہے۔

"ایک تنہا لمحہ، سچی اور عمیق محبت کی ایک تنہا لہر، رحمتِ الٰہی سے ایک لحظہ کا گہرا ربط، تم کو تمام ممکنہ توضیحات سے نکال کر منزل کے قریب تر کر دیتا ہے۔

"کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ ایک قسم کا احساس جو شائستہ ہو، لطیف ہو، منور ہو، شفاف ہو، اور جو گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو، نازک سے نازک توضیحات کے مقابلے میں تم پر حقیقت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اگر ہم تجربہ کو ذرا اور آگے بڑھائیں تو پتہ چلے گا کہ جب آپ جسم کی قلب ماہیت کے کام پر لگے ہوں، تو جسم کے چند خلیے، دوسروں کے مقابلے میں زیادہ آمادہ، زیادہ شائستہ، لطیف اور لچکیلے ہوتے ہیں۔ وہ رحمت الٰہی ہشیت ایزدی، الوہی قوت کی موجودگی کو ٹھوس انداز میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔ یہ علم عقلی نہیں بلکہ عینی ہے۔ جب آپ یہ سب جسم کے خلیوں میں بھی محسوس کرنے لگیں تو یہ تجربہ ایسا مکمل، ایسا قطعی، ایسا زندہ، ایسا ٹھوس، ایسا اصلی ہو گا کہ باقی سب کچھ ایک بے حقیقت خواب سا نظر آئے گا۔

"ایسا معلوم ہو گا کہ کوئی اس وقت تک حقیقت کو کبھی بھی صحیح طور پر سمجھ نہ سکے گا جب تک کہ کوئی اپنے جسم کو نہ سمجھ لے۔"

سنہ ۱۹۵۹ء: "صرف اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس لمحہ آپ زمین پر موجود ہیں چاہے آپ کو اس کا احساس ہو نہ ہو، یا آپ اِسے چاہیں یا نہ چاہیں، جب بھی آپ سانس لیتے ہیں، ہوا کے ساتھ اُس نئے مافوق ذہنی جوہر کو جذب کر لیتے ہیں۔ یہ جوہر جو زمین کی فضاؤں میں پھیل رہا ہے اور جو اشیاء میں اپنے آپ کو تیار کر رہا ہے جیسے ہی آپ فیصلہ کن قدم اُٹھا چکیں تو یہ جوہر یک بیک اپنے آپ کو ظاہر کر دے گا۔"

سنہ ۱۹۶۱ء: "دو بین اشارے ثابت کرتے ہیں کہ انسان مافوق ذہن سے ربط رکھے ہوئے ہے۔ ایک تو مکمل اور مسلسل مساوات ہے، اور دوسرے علم میں قطعی یقین۔"

"مکمل ہونے کے لیے مساوات غیر متغیر، برجستہ، اور بے کوشش ہونی چاہیے اور

بہرصورت میں ہونی چاہیے یعنی تمام واقعات کے دوران، تمام تعلقات میں، چاہے وہ مادی ہوں یا نفسیاتی اور ان کی نوعیت اور اثر کا لحاظ کیے بغیر۔"

۱۹۶۴ء: سوال :- کیا پیدائش کے مرحلے سے گزرے بغیر قلب ماہیت ممکن ہے۔ اب جب کہ مافوق ذہن نیچے زمین پر آگیا ہے ؟

جواب :- کیا یہ ممکن ہے؟ ہر چیز ممکن ہے آپ کیا جاننا چاہتے ہیں، کیا یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا پہلے ہی ہو چکا ہے یا نہیں۔

— جی ہاں

جواب :- مگر یہ بہت زیادہ مادی سطح پر نہیں البتہ لطیف طبعی سطح پر اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ قابلِ فہم واحساس ہے طبعی حواس اور لطیف طبعی حواس کے درمیانی حواس کے ذریعے مثلاً جیسے کوئی سانس کو محسوس کرتا ہے، جیسے خوشگوار ہوا کا جھونکا، جیسے لطیف عطر کی خوشبو، فطرتاً اسے وہی دیکھ سکتے ہیں جن میں داخلی بصیرت ہو۔ مگر زیادہ مادی حواس کی حد تک ان میں طبعی جسم کی سی روایت نہیں جیسا کہ ٹھوس اور مادی اشیاء میں پائی جاتی ہے، یوں تو مختلف فطری مظاہر بھی ہیں اور تصوّر میں بہت سی شکلیں بھی آتی ہیں لیکن وہ عارضی نوعیت کی ہیں جو چیز حاصل نہیں ہوتی، وہ ہے مادہ کا استحکام اور استقرار۔"

۱۹۶۵ء: "کہا جاتا ہے کہ وویکانندا شیو کی تجسیم ' وبھوتی ' ہیں، مگر شیو نے صاف طور پر یہ بتا دیا تھا کہ وہ زمین پر صرف مافوق ذہن کے ساتھ آئیں گے اور اس وقت آئیں گے جب زمین مافوق ذہنی زندگی کے لیے تیار ہو گی وہ اسی لمحے کا انتظار کر رہے ہوں گے وہ موجودہ زمانے کی کش مکش اور غیر یقینی انداز کو پسند نہیں کرتے۔"

۱۹۶۶ء: "لوگوں کو جلدی ہے، وہ فوراً نتائج دیکھنا چاہتے ہیں اور بھران کا عقیدہ ہے کہ مافوق ذہن کو وہ نیچے کھینچ رہے ہیں۔ وہ کسی اہم لیکن کم درجہ کی طاقت کو نیچے کھینچ لاتے ہیں جو ان سے کھیلتی ہے اور آخر میں ان کو ایک بدہیئت بہروپ

پراکسانی ہے۔ مگر سچی قوت یعنی وہ قوت جسے شری اروبندو مافوق ذہن کہتے ہیں کسی صورت میں بھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ ہر قسم کی انا سے، اس کی ہر شکل میں قطعی طور پر آزادانہ ہو جائیں تاکہ اس کے غلط استعمال کا کوئی خطرہ نہ رہے۔ وہ قوت ظاہر نہیں ہوگی، اگر ہوگی تو ایسی شخصیت کے وجود کے ذریعہ جو داخلی تیاگ کے انتہائی درجے تک پہنچ چکا ہو۔ میں نے آپ سے کہا ہے کہ یہ وہ بات ہے جو شری اروبندو ہم سے چاہتے ہیں' آپ یہ کہیں گے کہ یہ مشکل کام ہے، مگر میں یہ دُہرانا چاہتی ہوں کہ ہمارا کام آسانیوں کی تلاش نہیں بلکہ ہمیں یہاں مشکل کام انجام دینے ہیں۔"

سنہ ۱۹۶۸ء: "مافوق ذہنی قوتوں کی جسم میں پُرزور اور نادر جاگزینی جیسے تمام جسم ان قوتوں میں نہا چکا ہوا اور جو خفیف سی حرکت سے جسم کے روئیں روئیں میں داخل ہو گئی ہو۔ اس کیفیت کے تعلق سے سر سے لے کر گردن تک کا حصّہ سب سے کم اثر پذیر حصّہ ہے۔

(مدر نے یہ نوٹ ۲۶ - ۲۷ نومبر سنہ ۱۹۶۸ء کو لکھا تھا)

سنہ ۱۹۶۹ء: "پہلی جنوری سنہ ۱۹۶۹ء کو دن میں ۲ بجے ایک شعور کا ذہن کی فضاؤں میں نزول ہوا جو وہیں بس گیا۔ یہ بہت ہی حیرت انگیز نزول تھا۔ روشنی، قوت، طاقت، مسرت' اور امن سے معمور اور جو ساری دنیا پر محیط ہو گیا تھا۔

اس سال کے شروع سے زمین پر ایک نیا شعور کام کر رہا ہے تاکہ انسان کو ایک نئی تخلیق کے لیے تیار کرے یعنی مافوق انسان کے لیے۔ اس تخلیق کو ممکن بنانے کے لیے اس جوہر کا جو انسانی جسم کا ترکیبی عنصر ہے بڑی تبدیلی سے گزرنا ضروری ہے۔ اسے اس شعور کے لیے اور زیادہ تاثر پذیر ہونا ہوگا اور اس عمل کے تحت اس میں تبدل پذیری کی زیادہ صلاحیت درکار ہوگی۔ مافوق ذہنی تخلیق میں مذہبوں کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ ساری زندگی ایک اظہار ہوگی جو الوہی وحدت میں پروان چڑھ کر دنیا میں اپنے آپ کو مختلف روپ میں ظاہر کر دے گی۔ اب انسان جسے دیوتا کہتے ہیں ان کا کوئی وجود نہ ہوگا۔ یہ عظیم الوہی وجود خود ہی نئی تخلیق میں

حصہ لینے کے قابل ہوں گے مگر اس کے لیے اِن کو اس جوہر کا لبادہ زیب تن کرنا ہوگا جسے ہم زمین پر مافوق ذہنی جوہر کہتے ہیں اور اگر ان میں چند ایسے ہیں جو ان کی اپنی دنیا میں اس طرح رہنا چاہتے ہیں جیسے کہ وہ ہیں، اگر وہ طے کریں کہ وہ اپنے آپ کو طبعی طور پر ظاہر نہیں کریں گے تو ان کا تعلق مافوق ذہنی دنیا کی دوسری مخلوق سے دوستانہ ہوگا۔ یہ تعلق، دوستی، اشتراک اور مساوات کا ہوگا کیونکہ اعلیٰ ترین الوہی روح زمین پر نئی مافوق ذہنی دنیا کی مخلوق میں اپنے آپ کو ظاہر کر چکی ہوگی۔

"جب طبعی جوہر مافوق ذہنی وجود اختیار کرے گا تو زمین پر جسمانی پیدائش کو کمتر نہیں سمجھا جائے گا بلکہ صورتِ حال اس کے برعکس ہوگی کیونکہ ایسی تکمیل حاصل ہوجائے گی جو کسی اور طریقہ سے ممکن نہ ہوتی۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔ ایسا مستقبل جو شروع ہو چکا ہے مگر جس کو مکمل تشکل اختیار کرنے میں عرصہ لگے گا۔

"اس بیچ ہم ایک خاص صورت حال سے دوچار ہیں، بے حد خاص، جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ہم ایک نئی دنیا کی تخلیق میں لگے ہوئے ہیں، بالکل جوان مگر بالکل کمزور دنیا، جو اصل کے اعتبار سے کمزور نہیں بلکہ اپنے خارجی مظاہر کے لحاظ سے کمزور ہے۔ ایسی دنیا جس کو ابھی تسلیم نہیں کیا گیا، محسوس نہیں کیا گیا بلکہ بہت سے اس کے منکر ہیں لیکن وہ وجود آچکی ہے اور اپنی نشو ونما کی کوشش میں لگی ہے اسے کامیابی کا پورا یقین ہے مگر وہاں تک پہنچنے کی جو راہ ہے وہ بالکل نئی ہے جس پر کسی کے قدموں کے نشان نہیں ہیں اور نہ کوئی اس راہ سے گزرا ہے اور نہ کسی نے یہ کام کیا ہے۔ یہ شروعات ہے، ایک عالم گیر شروعات' اس لیے یہ ایک مہم ہے جس کے پیش رفت کے تعلق سے نہ کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور نہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے"۔

۱۴- ہادی اور رہنما

تعلیمات، مثال، اور اثر، گرو شری اروبندو کے یہ تین وسائل ہیں۔

اپنے سب سے چھوٹے بھائی بارن کو شری اروبندو نے ۷ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو جو خط لکھا تھا اس سے گرو کے مرتبہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

"پہلے تمھارا یوگا:- تم اپنے یوگا کو میری نگرانی میں دینا چاہتے ہو میں اسے لینے کے لیے تیار ہوں یا یوں کہو کہ اس کے حوالے کر دوں گا جس کی الوہی طاقت سے تم اور ہم متاثر ہیں، چاہے وہ پوشیدہ طور پر ہو یا کھلے طور پر۔ مگر تم کو یہ جاننا چاہیے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو وہ خاص مسلک اختیار کرنا ہوگا جو اس نے مجھے ودیعت کیا ہے اور جسے میں مکمل یوگا کہتا ہوں۔"

شری اروبندو نے ایک دوسرے موقع پر بھی اس کی وضاحت کی ہے

"ہادی وہ ہے جو اعلیٰ شعور اور وجود کی بلندیوں تک پہنچا ہوا ہو اور جو بیشتر صورتوں میں اس کا مظہر یا نمایندہ متصور ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی تعلیمات سے مدد کرتا ہے بلکہ اس سے بھی سے زیادہ اپنے اثر اور مثال سے متاثر کرتا ہے اور اس طاقت کے ذریعہ بھی متاثر کرتا ہے جس کے وسیلے سے وہ اپنے تجربے کو دوسروں تک پہنچاتا ہے"۔ روحانی رہنمائی میں مدر کا بھی وہی رول ہے جو شری اروبندو کا ہے۔ شری اروبند کہتے ہیں:

"مدر کے علم، ان کی قوت اور شعور کی وساطت کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی واقعی مدر کے شعور کو محسوس کرتا ہے تو اسے جاننا چاہیے کہ اس کے پیچھے میں موجود

ہوں اور اگر وہ مجھے محسوس کرتا ہے تو مدر کے تعلق سے بھی یہی صورت حال ہونی چاہیے"۔

یوگا کے تمام نظم وضبط میں اور اس سے زیادہ مکمل یوگا میں ہادی کا روحانی فیضان اور مشکل مقامات پر اس کا تصرف اور اس کی موجودگی ناگزیر ہے۔ ورنہ یہ ناممکن ہوگا کہ اس کے راستہ پر مسافر ٹھوکریں کھائے بغیر آگے بڑھ سکے اور اس طرح اس کی کامیابی کے سارے مواقع مسدود ہو جائیں گے۔ جہاں تک شری اروبندو کا تعلق ہے ان کی خط و کتابت اور شام کی محفلوں کی تلقین تمام جزئیات کے ساتھ یہی ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح اُنھوں نے اپنے معتقدوں کی مدد اور رہنمائی کی۔

ان کی مدد زیادہ تر داخلی ترسیل اور داخلی عمل کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔

شری اروبندو نے کہا ہے "گرو ایسا شخص ہے جو اپنے بھائیوں کی مدد کرتا ہے۔ ایک بچہ جو دوسرے بچوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ایک نئی روشنی جو دوسری روشنیوں کو زندگی دیتی ہے۔ ایک بے دار روح جو دوسری روحوں کو بے دار کرتی ہے"؛ اور وہ ہر وقت یہی کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے معتقدوں کے سامنے راستے کی ساری مشکلات رکھ دیں۔

ایک خط میں انھوں نے وضاحت کی ہے

"یہاں یوگا کی راہ کا مطلب دوسری راہوں سے مختلف ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف معمولی لاعلم دنیاوی شعور سے اوپر اُٹھنا نہیں بلکہ الوہی شعور کی مافوق ذہنی قوت کو نیچے لانا ہے، ذہن، زندگی، اور جسم کی لاعلمیت میں تاکہ اسے الوہی ظہور پذیر اور مادے میں الوہی زندگی کی تخلیق کے لیے اس دنیا میں منقلب کیا جا سکے۔ یہ بے حد مشکل مقصد اور مشکل یوگا ہے اِس لیے بیشتر افراد کو یہ بات ناممکن معلوم ہوگی"۔ معمولی لاعلم دنیاوی شعور کی تمام مسلمہ قوت اس کی مخالف اور منکر ہے اور اسے روکنے کی کوشش کرتی ہے اور سادھک اس کے حصول کی راہ میں جسمانی اور ذہنی طور پر سخت مشکلات سے

دوچار ہوتے ہیں۔ اگر آپ خلوص دل سے اس آدرش کو قبول کر سکتے ہیں تو تمام مشکلات کا مقابلہ کیجیے۔ ماضی کو اور اس کے رشتوں کو پیچھے چھوڑ دیجیے اس الوہی امکان کی خاطر سب کچھ چھوڑنے اور اپنی ہر چیز داؤں پر لگانے کے لیے تیار ہو جائیے، تو صرف اسی صورت میں آپ اس سچائی کو پانے کی امید کر سکتے ہیں جو اس تجربے کے پیچھے ہے۔

"اس یوگا کی ریاضت کسی بندھی ٹکی، ذہنی تعلیمات یا مراقبہ کے مقررہ طریقوں اور منتروں اور دوسرے وسیلوں سے آگے نہیں بڑھتی بلکہ انتہائی آرزو اور تمنا کے سہارے، داخلی یا خارجی ارتکاز کے ذریعہ اور اس الوہی قوت سے جو ہمارے اوپر ہے، آگے بڑھتی ہے اور اسے خود کو وا کر کے اور قلب میں الوہی حضوری کا احساس پیدا کر کے عقیدے، انتہائی آرزو، اور تمناؤں اور سپردگی کی بدولت ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

سری اروبندو ارضی معرفت کے جویا تھے۔ وہ اس دنیا کی الوہی تسخیر، اس کی ساری حرکت و حیات کی تسخیر اور دنیا میں الوہیت کا حصول چاہتے تھے، ان کی خود، جو معرفت تھی وہ مافوق ذہنی دروازوں کو کھولنے کی ایک کلید تھی تاکہ یہ دروازے ارضی شعور کے لیے کھل جائیں اور ایک معتقد کو انفرادی طور پر اس عظیم کام میں معاون ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وہ سادھنا کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"سادھنا (ریاضت) شعور کو الوہیت کے لیے وا کر دیتی ہے۔ وہ موجودہ شعور کو نفسی اور روحانی شعور میں بدل دیتی ہے۔ اس یوگا میں یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ تمام شعور اور اس کی سرگرمیوں کو الوہی قوت کے قدموں میں قلب ماہیت کے لیے ڈال دیا جائے۔"

ایک دوسرے موقع پر کہتے ہیں:

"ان چیزوں میں داخل ہونے کا سچا راستہ یہ ہے کہ ذہن کے عمل کو روک کر اسے شعور کے لیے کھول دیا جائے جو عمل کا سرچشمہ ہے۔ تب آپ کو اس امر کا راست تجربہ

ہو گا کہ مختلف سطحوں پر الوہی شعور کس طرح عمل کرتا ہے اور دوسرے اس تجربے کے متعلق بصیرت حاصل ہو گی۔ صرف یہی ایک صحیح راستہ ہے باقی جو کچھ ہے وہ صرف لفاظی اور لاحاصل ذہنی منطق ہے۔"

شری اروبندو نے ادبی اور دوسری سرگرمیوں میں بھی اپنے معتقدوں کی مدد کی۔ ان کی پوشیدہ صلاحیتیں شری اروبندو کی قوت کے زیر اثر پروان چڑھیں اور لوگ ڈراما نگار، شاعر، مصور وغیرہ اس طرح بن گئے جیسے کوئی معجزہ ہوتا ہے۔ اُنھوں نے اس طریقہ عمل کی وضاحت اپنے ایک خط میں یوں کی ہے:

"ہاں بے شک میں سب(...) کی مدد کرتا رہا ہوں۔ جب کوئی اپنی ادبی صلاحیت کو واقعی آگے بڑھانا چاہتا ہے تو میں اس مرد یا خاتون کی اپنی قوت استعمال کر کے مدد کرتا ہوں۔ اگر صلاحیت موجود ہے اور لگن بھی، چاہے جوہر کتنا ہی پوشیدہ ہو، وہ ہمیشہ محنت کے زیر اثر نشو و نما پاتا ہے اور اس جوہر کو کسی بھی سمت موڑا جا سکتا ہے۔ فطرتاً بعض میں آگے بڑھنے کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ بہت تیزی سے مؤثر انداز میں آگے بڑھتے ہیں دوسرے جو محنت اور لگن سے کام نہیں کر سکتے تھک کر ہار رہ جاتے ہیں مگر بحیثیتِ مجموعی اس عملاحیت کو پروان چڑھانا آسان ہے۔ اگر طالب میں تعاون کا جذبہ موجود ہے تو عزم کرنے کے ساتھ عمل کی غیر موجودگی اور عدم بصیرت پر غلبہ پانا ضروری ہے کیونکہ یہ رکاوٹیں جن کا تعلق انسانی ذہن سے ہے دوسری رکاوٹوں کے مقابلے میں کم ہیں جن کا تعلق ارادہ اور خیالات سے ہے۔ یعنی ایسی رکاوٹیں جو اس وقت پیش آتی ہیں جب دوسری سمتوں میں دباؤ یا پیش رفت ہو۔"

ایک اور خط میں شری اروبندو نے اپنے ایک پیرو کو لکھا ہے کہ کس طرح تحریر یا کوئی اور کام یوگا کے درجے کو پہنچ سکتا ہے۔ "اگر تمھارا مقصد الوہی قوت کی بلندی سے یا الوہی قوت کے لیے لکھنا ہو تو تم کو کوشش کرنی چاہیے کہ جو کچھ تم لکھو وہ داخلی سرچشمے کا خالص حاصل

ہوا اور جہاں روحانی فیضان رک جائے تو اپنے کام کی طرف متوجہ ہوجاؤ تاکہ تمھاری ساری تحریر اپنے سرچشمے اور اس کے مقصد کے شایان شان بن جائے۔ تمام کام جو الوہیت کے لیے کیا جاتا ہے، شاعری، آرٹ، موسیقی، سے لے کر نجاری یا طباخی یا جاروب کشی تک سب کو خارجی جزئیات کے ساتھ مکمل طور پر صحیح جذبہ کے ساتھ انجام دینا چاہیے تب ہی وہ ایک مکمل اور موزوں عبارت ہوگی"۔

شری اروبندو کے یوگا میں کام سادھنا کا اٹوٹ جزو ہے۔ ایک بار انھوں نے کہا تھا:

"جو لوگ مدر کے لیے پورے خلوص سے کام کرتے ہیں تو یہی کام ان کو صحیح شعور کے لیے تیار کر دیتا ہے چاہے وہ مراقبہ کے لیے نہ بیٹھیں یا یوگا کے خاص طریقوں پر عمل پیرا نہ ہوں"۔ ایک سوال پر کہ وہ لوگ جنھیں سکونِ قلب اور شانتی حاصل ہے لیکن جو مدر کے لیے کام نہیں کرتے یا بہت کم کام کرتے ہیں تو کیا ان کا قلب بدلے گا؟ شری اروبندو نے صاف جواب دیا "نہیں قلب ماہیت ناممکن ہے"۔

گرو کو خود اپنی مثال آپ قائم کرنی چاہیے کہ وہ اپنے معتقدوں سے کیا کروانا چاہتا ہے اور ان کو کیا بنانا چاہتا ہے۔ مدر نے شری اروبندو سے متعلق ایک دل چسپ واقعہ بیان کیا ہے "صحیح یا سچے شعور کے لیے جسم میں مقام پیدا کیا جائے، خوف یا ہراس کو پاس نہ آنے دیا جائے اور الوہی سکونِ قلب کے ساتھ زندگی بسر کی جائے تب بلاشبہ کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں نہ صرف انسانوں کے حملوں کو پسپا کیا جا سکتا ہے بلکہ حیوانوں کو بھی اور فطری عناصر پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔

اس کی ایک معمولی مثال یہ ہے۔ تم کو یاد ہے وہ سخت طوفان کی رات جب بے حد سخت اور غیر معمولی شور تھا۔ زبردست بارش ہو رہی تھی تو میں نے خیال کیا کہ شری اروبندو کے کمرے میں جاؤں اور کھڑکیاں بند کرنے میں ان کی مدد کروں۔ میں نے جیسے ہی ان کا

دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ سکون سے اپنی میز کے سامنے بیٹھے لکھ رہے تھے اور کمرے میں اس درجہ سکون طاری تھا کہ کوئی خواب میں بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ باہر طوفان برپا ہے ساری کھڑکیاں کھلی تھیں لیکن بارش کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں آ رہا تھا۔"

شری اروبندو کے نام ہزاروں خطوط جن میں ہر قسم کے مسائل کے بارے میں پوچھ تاچھ ہوتی تھی آتے رہتے تھے، اروبندو داخلی اور خارجی دونوں طرح جواب دیتے ہر خط کا جواب قلبِ ماہیت کے لیے قوت کا حامل ہوتا تھا۔ چند اقتباس یہ ہیں:

ایک معتقد کو جو اپنے کام میں تھکن اور بوجھ محسوس کر رہا تھا لکھتے ہیں "تم اپنے کام کا اس وقت دھیان کرو جب تم اسے انجام دے رہے ہو، اور اس کے بارے میں نہ اس سے پہلے سوچو اور نہ اس کے بعد۔ جو کام ختم ہو چکا ہو اس کے خیال کو ذہن میں نہ آنے دو کیونکہ وہ ماضی کا حصہ بن چکا ہے اور پھر سے اسے ہاتھ میں لینا صرف قوت کا ضائع کرنا ہے۔ کوئی کام جو تمھیں آئندہ کرنا ہے اس کے بارے میں پہلے ہی سے فکر کر کے دماغ پر بار نہ ڈالو۔ جو قوت تمھارے اندر کام کر رہی ہے وقت پر اس کی تکمیل کرا دے گی۔

"ذہن کی یہ دونوں عادتیں ایسے عمل سے متعلق ہیں جو ماضی میں کیا جا چکا ہے جسے قلب ماہیت قوت سے دور کرنا چاہتی ہے اور طبعی ذہن کا بار بار ان میں الجھنا ہی تمھاری تھکن کا باعث ہے۔ اگر تم اس کا خیال رکھو کہ تمھارے ذہن کو اس وقت مصروف ہونا ہے جب تم عملاً کام کر رہے ہو تو تمھاری تھکن کم ہو کر غائب ہو جائے گی۔ بلاشبہہ یہ ایک عبوری عمل ہے۔ جو طبعی ذہن پر مافوق ذہنی عمل کے حاوی ہونے سے قبل واقع ہوتا ہے اور اس میں روشنی کا برجستہ عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔"

ایک اور معتقد نے بھی شری اروبندو کی طرف رجوع کیا کیونکہ اس کے لیے اپنی غلط داخلی محرکات سے نجات پانا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ شری اروبندو نے ہدایت دی۔

"تم اپنی مشکلات اور غلط داخلی محرکات کے دور کرنے میں اس لیے ناکام ہو کہ تم نے

اپنے آپ کو ان سے بہت زیادہ وابستہ کر لیا ہے۔ ان کو تم اپنی فطرت کا جزو سمجھ رہے ہو۔ تم کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان سے دور رکھو۔ ان سے اپنے آپ کو علیحدہ اور بے تعلق کر لو اور یہ سمجھ لو کہ یہ کم تر درجہ کی نامکمل اور غیر خالص فطرت کی تحریکات ہیں جو تم میں داخل ہو کر اپنی اغراض کے لیے تم کو اپنا آلہ کار بنانا چاہتی ہیں۔ اس طرح اپنے آپ کو بے تعلق اور علیحدہ کرنے کے بعد تمھارے لیے یہ زیادہ ممکن ہو جائے گا کہ اپنی ذات کے گوشے کا پتہ چلا سکو اور اس میں زیادہ سے زیادہ زندگی بسر کر سکو۔ تمھارے اندرونی نفسی وجود کو جو ان محرکات کے حملے یا شورش سے محفوظ ہے' ان سے کوئی تعلق نہ ہوتا اور وہ خود بخود ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہی الوہی اور شعور کی اعلیٰ سطحوں کی طرف متوجہ اور مربوط کرتا ہے۔ تم اپنے وجود کے اس گوشے کی تلاش کرو اور اس میں زندگی بسر کرو۔ کام کرنے کی یہی قابلیت یوگا کی سچی بنیاد ہے۔"

"شر کی قوتوں کا اصل رول کیا تھا۔ انھیں سادھکوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے کی اجازت کیوں دی گئی؟" ایک معتقد کے سوال کے جواب میں شری اروبندو نے کہا" شر کی قوتوں کا ایک خاص خود پسند کردہ فرضِ منصبی ہے، وہ یہ کہ فرد کی صورت حال کا امتحان کریں۔ اس کے کام کا اور کرۂ ارض کا بھی جائزہ لیں اور روحانی شعور کے نزول اور تکمیل کے لیے ان کی تیاری کو پرکھیں۔ اس سفر میں شر کی قوتیں ہر قدم پر موجود ہیں جو شدت سے حملہ کرتے ہوئے نا امیدی کی فضا پیدا کرتی ہیں یا بغاوت کے لیے اُکساتی ہیں، ایمانی تنزلزل کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے ہر قسم کی مشکلات کو لا کھڑا کرتی ہیں۔ ان کے فرضِ منصبی نے ان کو جو حقوق دیے ہیں بلاشبہ اس کے مفہوم میں وہ مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ رائی کا پربت بنا دیتے ہیں۔ ہمارا قدم ذرا سا بھی غلط پڑ جائے تو وہ راستے میں شور مچاتے ہیں اور ہمالیائی رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ مگر اس مخالفت

کو قدیم ہی سے نہ صرف صبر آزما امتحان کی حیثیت سے جائز سمجھا گیا ہے بلکہ اسے ہمارے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ قوت بہم پہنچائیں، زیادہ مکمل ذاتی علم، عظیم ذاتی پاکیزگی اور طہارتِ خیال حاصل کرلیں۔ ایک ایسا عقیدہ جسے کوئی قوت دبا نہیں سکتی، الوہی فضل و کرم کا ایک توانا نزول ہے۔"

ایک دوسرے پیرو کو انھوں نے اس طرح خبردار کیا "ذہن کی بے حرکتی یا جمود اچھا ہے مگر اس کا خیال رکھو کہ جامد یا بے حرکت رہو صرف سچائی کے تعلق سے اور الوہی شکتی کے تعلق سے اگر تم فطرت کی نچلی سطحوں کے اشاروں اور اثرات کے تعلق سے جامد رہو گے تو تم آگے نہیں بڑھ سکو گے یا پھر تم مخالف قوتوں کی زد میں آجاؤ گے جو تم کو یوگا کے سچے راستہ سے بہت دور کر دیں گی"۔ ایک معتقد کو سکون، امن اور سپردگی کے درجات حاصل ہو چکے تھے مگر کام کرنے کے دوران ان کو قائم رکھنا مشکل نظر آرہا تھا اس نے اپنی مشکلات شری اروبندو کے سامنے پیش کیں۔ جواب ملا "آخر کار سادھنا کی صحیح بنیاد سے تم بہرہ ور ہو گئے ہو، اس سے سکون، امن اور سپردگی کی وہ صحیح فضا پیدا ہو جاتی ہے جس سے علم، طاقت اور سرورِ سرمدی غرض سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ تم اس کو تکمیل کے مدارج تک پہنچا دو، تم جب کام میں مصروف رہتے ہو تو یہ حالت باقی نہیں رہتی۔ اس لیے کہ ہنوز اس کا تعلق ذہن سے ہے جسے سکون کی سوغات ابھی ابھی ملی ہے۔ جب نیا شعور پوری طرح صورت پذیر ہو جائے گا اور حیاتی فطرت اور طبعی وجود پر اس کا پورا پورا قبضہ ہو جائے گا۔ (حیاتی قوت کو سکوت سے صرف چھوا جا سکتا ہے مگر قبضہ نہیں کیا جا سکتا) تو یہ کمزوری دور ہو جائے گی۔

"سکوت کا یہ خاموش شعور جو اس وقت تمھارے ذہن میں ہے نہ صرف اِسے پُرسکون ہونا چاہیے بلکہ وسعت پذیر بھی۔ اسے تمھیں ہر طرف محسوس کرنا چاہیے تم خود بھی اس میں رہو اور سب کچھ اسی میں رہے۔ عمل میں سکون لانے کے لیے یہ مدد بھی

کر سکتا ہے اور عمل کے لیے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جتنا وسیع تمہارا شعور ہوتا جائے گا اتنے ہی زیادہ تم اوپر سے فیضان حاصل کرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ شکتی نزول کے قابل ہو جائے گی، اور قوت روشنی اور امن وسکون نظامِ جسمانی میں لے آئے گی تم جو اپنے آپ میں تنگی و محدودیت محسوس کرتے ہو وہ اصل میں طبعی ذہن ہے۔ یہ اُسی صورت میں وسیع ہو سکتا ہے جب وسیع تر شعور اور روشنی نازل ہو کر فطرت پر حاوی ہو جائے۔ جسمانی جمود جو تم پر چھایا ہوا ہے، صرف اُسی وقت کم اور غائب ہو سکتا ہے جب اوپر سے طاقت، نظامِ جسمانی میں داخل ہو۔

"پُرسکون رہو اور خود کو وا کر کے الوہی طاقت کو آواز دو تاکہ وہ سکون اور شانتی کو مستحکم کر دے، شعور کو وسیع تر بنادے اور اس میں اتنی روشنی اور قوت بھر دے جتنی کہ فی الحال شعور حاصل کر سکتا یا اپنے آپ میں جذب کر سکتا ہے"

"خیال رکھو کہ کبھی ضرورت سے زیادہ مضطرب نہ رہو کیونکہ یہ اس سکون اور توازن میں خلل ڈال سکتا ہے جو پہلے ہی سے حیاتی فطرت میں جا گزیں ہو چکا ہے۔ حصولِ مقصد پر بھروسہ رکھو اور الوہی قوت کو وقت دو کہ وہ اپنا کام کرے"

ایک اور معتقد جو خطا کاری کا مرتکب ہوا تھا شری اروبندو کی خدمت میں رجوع ہو کر تلافی کا جویا ہوا نیچے دیے ہوئے خط سے پرائشچیت (الوہی قوت پر زیادہ ارتکاز) کے صحیح طریقہ کی وضاحت ہوتی ہے:

"تم پوچھتے ہو کہ تم نے اپنی دانست میں جو غلطی کی ہے اس کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے، جیسا تم کہتے ہو اس کو تسلیم کیا جائے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے، تلافی صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم اپنی ذات کو الوہی صداقت اور الوہی محبت کی جلوہ گاہ بنا لو اور اس سمت میں پہلا قدم مکمل خود وقفی اور تخلیص ذات ہے اپنے آپ کو الوہی قوت کے لیے مکمل طور پر وا کر دینا اور تکمیل کی راہ میں جو داخلی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں ان کو رد کر دینا، اس کے

کے سوا روحانی زندگی میں غلطی کی تلافی یا اصلاح کی کوئی دوسری راہ ایسی نہیں ہے جو قطعی طور پر مؤثر ہو۔ ابتدا میں کسی کو اس داخلی تبدیلی یا ترقی کے سوا کسی اور نتیجے یا افادے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ ورنہ ناامیدی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ صرف وہی دوسروں کو آزاد کر سکتا ہے جو خود بھی آزاد ہوا اور ریوگا میں داخلی تسخیر ہی سے خارجی فتح حاصل ہوتی ہے۔"

شری اروبندو نے اگرچہ کبھی اپنے آپ کو کسی پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی مگر ہر معاملہ میں رہنمائی کرتے رہے۔ یہاں ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔ ایک پیرو نے شادی بیاہ سے متعلق ان کی ہدایت چاہی تھی۔ اس کا جواب ان کی رہنمائی کی ایک نمایاں مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

"ہر چیز تمھارے آدرش پر منحصر ہے اگر آدرش یہ ہے کہ حیاتی اور جسمانی، مسرتوں کی زندگی بسر کی جائے تو تم اپنی رفیقۂ حیات کا انتخاب کہیں بھی کر سکتے ہو، اگر وہ آدرش بلند ہے جیسے آرٹ، موسیقی، یا اپنے ملک کی خدمت تو شریکِ زندگی کا انتخاب جذبات کے تحت نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کچھ اعلیٰ تر اوصاف پیش نظر ہونے چاہئیں اور اس خاتون میں کچھ ایسی بات ہونی چاہیے جو تمھارے وجود کے نفسی حصہ سے ہم آہنگ ہو سکے۔ اگر تمھارا آدرش روحانی زندگی ہے تو تم کو شادی کرنے سے پہلے ہی پچاس مرتبہ سوچ لینا چاہیے۔ اصول یہی ہیں لیکن فیصلہ تم کو خود کرنا ہوگا۔"

معتقدین جتنی زیادہ سادھنا کرتے اتنا ہی زیادہ ان کو اپنی فطرت کی غیر نموپذیری کا احساس ہوتا۔ ان کا تعلق مختلف ملکوں اور مختلف مذاہب سے تھا۔ اور اسی طرح ان کا سبھاؤ بھی مختلف تھا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی صلاحیتیں اور مشکلات ہوتیں، اور انفرادی طور پر ان سے نمٹنا پڑتا۔ ایک معتقد نے برت رکھنے کی کوشش کی تاکہ اپنی خواہشات کو تسخیر کرے مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ مسئلہ شری اروبندو کے سامنے لایا گیا تو جواب ملا "تمام

معمولی حیاتی محرکات سچے وجود کے لیے اجنبی ہیں اور ان کا منبع خارج میں ہے، ان کا رشتہ روح سے نہیں ہے اور وہ روحانی الاصل نہیں ہیں بلکہ عام فطرت یعنی پراکرتی کی لہریں ہیں، خواہشاتِ خارج سے آتی ہیں اور تحت شعور میں داخل ہو کر سطح پر ابھرتی ہیں اس وقت جب وہ سطح پر اُبھرتی ہیں خود ذہن ان سے باخبر ہوتا ہے تب ہم کو خواہش کا احساس ہوتا ہے۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری اپنی خواہشات ہیں کیونکہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ حیاتی سطح سے اُٹھ کر ذہن میں داخل ہوتی ہیں اور ہم یہ نہیں جانتے کہ اصل میں وہ خارج سے آتی ہیں، جس محرک کا تعلق حیاتی عنصر اور وجود سے ہے اور جو لے ردعمل پر اُکساتا ہے وہ دراصل جذبہ نہیں ہے بلکہ ایسے حرکات کی لہروں یا اشاروں پر عمل کرنے کی عادت ہے جو آفاقی پراکرتی کی پیدا کردہ ہو۔"

ایک معتقد نے پوچھا "آپ نے ایکس (X) کو مطالعے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے میں نے دیکھا ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ اس کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہے یا نہیں"۔ شری اروبندو نے جواب دیا "ایکس کے لیے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمھارے لیے نہیں ہے وہ شعور کے عمل کی اس منزل میں داخل ہو چکا ہے جہاں مطالعہ ضروری نہیں بلکہ یہ مطالعہ اس کے شعور میں خلل انداز ہوگا۔ تمھارے مطالعہ پر کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ اس سے تمھارے مراقبہ میں خلل نہ پڑے"۔

اس معتقد نے پھر لکھا۔ "میرا جی بہت چاہتا ہے کہ بنگالی میں شاعری کروں اور کہانیاں لکھوں، اور دوسرا ہر قسم کا تخلیقی کام کروں"۔ اس پر شری اروبندو نے جواب دیا "اس قسم کی امنگ اتنی زیادہ مبہم ہوتی ہے کہ کامیاب ہونا مشکل ہے تمھیں اپنے میلان کا تعین کرنے اور اس میں کامیابی کے لیے مکمل انہماک کی ضرورت ہوگی۔ میں سائنس دان، مصور یا جنرل بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ مجھے کچھ خاص کام کرنے ہیں اور میں نے انھیں اس وقت تک کیا جب تک الوہی قوت نے مجھ سے وہ کام کروانے چاہے۔ میرے دوسرے مقاصد یا تو اوپر سے آئے ہیں یا یوگا کی داخلی تخلیق ہیں۔ میں نے ان مقاصد کو اتنا ہی پورا

کیا۔ جتنا الوہی قوت کا منشا تھا۔ ایکس میں حرکیاتی صلاحیتیں تھیں اور جب تک وہ باقی رہیں، ان کو وہ بروئے کار لاتا رہا۔ تم سوچتے رہو، بحث کرتے رہو، پس وپیش کرتے رہو بس یہی تمہارا کام ہے۔ روحانیت اور تخلیقی سرگرمیوں میں کوئی بے آہنگی نہیں ہے ان کو متحد کیا جا سکتا ہے مسلسل اُتار چڑھاؤ بلاشبہ عمل کی راہ میں حائل ہوتا ہے اور اس طرح کامیابی کی راہ مسدود ہوتی ہے کوئی ان میں سے ایک کام کرتا ہے یا دوسرا یا وہ دونوں کام کر سکتا ہے لیکن دائمی طور پر تذبذب میں نہیں رہ سکتا۔"

امراض کے بارے میں اکثر سوالات پوچھے جاتے تھے ایک معتقد نے پوچھا کیا یوگا ساری بیماریوں کے لیے شفا بخش ہو سکتا ہے؟ شری اروبندو نے جواب دیا "بے شک شفا بخش سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ عقیدہ ہو اور کھلا ذہن ہو۔ ایک ذہنی تاثر بھی کینسر کا کامیاب علاج کر سکتا ہے۔ بے شک اس میں قسمت کو بھی دخل ہے جیسا کہ اس عورت کے کیس سے ظاہر ہوتا ہے جس کا کینسر کا آپریشن ناکام ہوا مگر ڈاکٹروں نے اس سے جھوٹ موٹ ہی کہہ دیا کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ کینسر کی ساری علامتیں ختم ہو گئیں اور وہ اس کے کئی سال بعد ایک دوسری ہی بیماری سے فوت ہوئی۔"

ایک معتقد نے جو ڈاکٹر تھا اور جس نے شری اروبندو کی قوت کا ایک بیماری پر کارفرمائی کا مشاہدہ کیا تھا اس طرح لکھا ہے "ہم سب کا اعتقاد ہے کہ جیسے ہی آپ ہمارے خطوط پڑھتے ہیں ہمیں ضروری مدد مل جاتی ہے کل جب میں آر (R) کی آنکھوں کا علاج کرنے گیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اس میں آپ کی قوت کی کارفرمائی محسوس کر رہا ہے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ ٹھیک اس وقت اس کا خط پڑھ رہے تھے۔" شری اروبندو نے جواب دیا "اس کا انحصار اس پر ہے کہ داخلی وجود کہاں تک بیدار رہے ورنہ اس کے لیے جسمانی سہارے درکار ہوں گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو آرام صرف اسی وقت ہوتا ہے جب ہم ان کے خط پڑھتے ہیں دوسرے خط لکھتے ہی فوراً آرام پاتے ہیں یا ہم تک خط

پہنچنے سے پہلے یا خط پہنچنے کے بعد مگر ہمارے خط پڑھنے سے پہلے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف ذہنی طور پر ہم سے رجوع کرتے ہیں اور ان کو آرام ہوجاتا ہے"۔

اسی ڈاکٹر نے پھر پوچھا "آپ نے کہا ہے کہ بیماریوں کا حال جسم میں داخل ہونے سے پہلے ہی معلوم ہوجاتا ہے، کیا کوئی ہر صورت میں بیماری کو روک سکتا ہے اور مکمل طور پر بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے؟" شری اروبندو نے جواب میں لکھا "تمام بیماریاں لطیف شعور اور جسم کی لطیف سطح میں جاتی یا اعصابی حصّہ سے گزر کر طبعی جسم میں داخل ہوتی ہیں اگر کوئی جسم لطیف سطح یا لطیف شعور کا احساس رکھتا ہے تو وہ بیماری کو طبعی جسم میں داخل ہونے سے پہلے ہی روک سکتا ہے، مگر بیماری داخل ہوسکتی ہے کسی کو اس کا علم حاصل ہوئے بغیر، جیسے کوئی سورہا ہو، یا پھر تحت شعور کے ذریعہ، یا اس کی پوزیشن غفلت کی حالت میں دفعتہً بدل سکتی ہے تب اس وقت دور کوئی صورت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ جسم پر قابو پاکر اس کا مقابلہ کیا جائے۔ ان داخلی ذرائع سے مدافعتِ ذات اس قدر مستحکم ہوجاتی ہے کہ جسم عملی طور پر بیماری سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے یوگی محفوظ رہتے ہیں۔ پھر بھی "عملی طور پر" سے مراد قطعی طور پر نہیں ہے۔ قطعی طور پر محفوظ ہونے کی حالت صرف مافوق ذہنی تبدیلی ہی سے آسکتی ہے کیونکہ مافوق ذہن کے نیچے بہت سی قوتوں میں سے ایک قوت کے عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جو قائم شدہ توازن میں خلل ڈال سکتا ہے۔ مافوق ذہن کی حد تک یہ قانونِ فطرت ہے۔ مافوق ذہن کے مدارج پر پہنچنے کے بعد جسم میں بیماری سے محفوظ رہنے کی صلاحیت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے جو اس نئی فطرتِ جدید کا خاصہ ہے"۔

جب شری اروبندو سے کہا گیا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ پہلے کے مقابلے میں اب ڈاکٹروں اور دواؤں پر زیادہ بھروسہ کرنے لگے ہیں" تو انھوں نے کہا "آبادی میں اضافہ کی وجہ سے ہر قسم کے اثرات پھیل جاتے ہیں جو پہلے چھوٹے سے حلقے میں موجود نہ تھے۔ ڈاکٹروں پر بھروسہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اگر عقیدہ راسخ ہو اور تھوڑی بہت

طبّی امداد مل جائے تو فائدہ ہی ہوتا ہے۔ مگر جب عقیدہ باقی نہ رہے تو امراض بڑھ جاتے ہیں اور ڈاکٹر کا ہونا نہ صرف مفید ہوتا ہے بلکہ ناگزیر بھی۔ ایک تیسری وجہ اور ہے اور وہ ہے سادھنا کا طبعی شعور میں نزول، اپنے سارے تشکیک، ابہام اور مدافعت کے ساتھ جس کو ختم کرنا ناممکن ہوجاتا ہے۔"

شری اروبندو نے اپنے معتقدوں کو اکسایا کہ اپنے داخلی واردات بیان کریں۔ انھوں نے لکھا: "یہ تمھارے لیے ضروری ہے کہ باشعور رہو اور اپنے داخلی واردات ہمارے سامنے رکھو تاکہ ہم ان پر کام کرسکیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو سینکڑوں مثالوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ بیشتر لوگوں کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنی مشکلات ہم سے بیان کریں۔ گو ہر صورت میں نہیں مگر اکثر صورتوں میں فوری اور برجستہ حل نکل آتا ہے ایک معتقد کو چھٹکارا دلانے کے لیے جس طاقت کی ترسیل کی گئی تھی وہ اس کے لیے حد سے زیادہ ثابت ہوئی تو گرو نے یہ کہہ کر دلاسا دیا: "ہمیں افسوس ہے تمھیں اتنی زیادہ تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ مدر نے تم پر جو بوجھ ڈالا اس کا مقصد تم کو تکلیف پہنچانا نہیں بلکہ تم چھٹکارا دلانا تھا۔"

ایک دوسرے معتقد کی حسب ذیل انداز میں ہمت افزائی کی "تم جو چیزیں دیکھ رہے ہو زیادہ تر اس داخلی عمل کی علامات ہیں جو تم میں جاری ہیں۔ اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ شعور پر اثر ڈالے بغیر صرف تصورات تک ہی محدود رہیں گی۔ پہلے ہی تمھارا شعور بہت کچھ تبدیل ہوچکا ہے۔ تاہم یہ صرف نقطۂ آغاز ہے، ان بڑی تبدیلیوں کا جو پیش آنے والی ہیں۔ شری اروبندو نے اپنی ہدایات کی تشریح کرتے ہوئے کہا "میں کبھی کسی کو اس کی غلطیاں اس وقت تک نہیں بتاتا جب تک وہ اس کا موقع نہ دے ایک سادھک کو پہلے باشعور ہونا چاہیے اور پھر روشنی کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے غلطیاں محسوس کرے اور ان کو ترک کر کے اپنے آپ کو بدل ڈالے۔ یہ ہمارے لیے مناسب طریقہ نہیں ہے کہ مداخلت کریں اور وعظ

و نصیحت سے کام لے کر بتائیں کہ کس میں کیا نقائص ہیں۔ یہ تو اسکول ماسٹر کا طریقہ ہے جو روحانی تبدیلی میں کام دیتا ہے۔ "برہم چریہ" شری اروبندو کے یوگا کا ایک اہم پہلو ہے یہاں ان کے خطوں سے چند اقتباسات جنسی مرکز کی قلب ماہیت کے بارے میں دیے جاتے ہیں:

جسمانی کشف کے لیے جنسی مرکز اور اس کی قوت کی قلب ماہیت ضروری ہے کیونکہ جسم میں فطرت کی تمام ذہنی، حیاتی اور طبعی قوتوں کے لیے یہی ایک سہارا ہے۔ اسے قلبی نور کے ایک حرکی سلسلے تخلیقی قوت اور خالص الوہی سرور میں تبدیل ہونا ہے۔ مافوق ذہنی روشنی اور قوت اور رحمت کی مرکز میں جاگزینی ہی اسے تبدیل کر سکتی ہے۔ جہاں تک اس کے بعد کے عمل کا تعلق ہے، اس کا تعین مافوق ذہنی صداقت اور بصیرت اور مقدس مدر ہی کر سکتی ہیں۔ مگر یہ باشعور صداقت کا عمل ہوگا اور تاریکی اور لاعلمی کا نہیں جس سے جنسی خواہش اور جنسی قوت کا تعلق ہے۔ یہ قوت، حیات کے تحفظ اور اس کے نفس کی عظمت کی توانائی کا مظہر ہوگی نہ کہ ان کو ضائع کرنے کی۔ اس تصور سے پرہیز کرو جو اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ مافوق ذہنی زندگی صرف حیاتی اور جسمانی خواہشات کی آسودگی کا موثر ذریعہ ہوگی۔ سچائی کے نزول کے راستے میں اس سے بڑھ کر کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی کہ انسانی فطرت کے حیوانی عنصر کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے۔ ذہن یہ چاہتا ہے کہ مافوق ذہنی کیفیت ایسی ہو جو اس کے اپنے پسندیدہ اور پہلے ہی سے قائم کیے ہوئے خیالات کی توثیق کرے اور حیاتی عنصر یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی خواہشات کی بڑھ چڑھ کر تصویر ہو اور جسمانی عنصر یہ چاہتا ہے کہ اس کے آرام و آسائش، مسرتوں اور مشاغل کا سلسلہ دراز ہو۔ اگر ایسا ہی ہو تو وہ حیوانی اور انسانی فطرت کی مبالغہ آمیز اور بڑھی چڑھی تکمیل ہوگی نہ یہ کہ انسانیت سے الوہیت کی جانب پیش قدمی۔"

پرانایاما (Pranayama) اور دوسری جسمانی ورزشیں جیسے آسن سے جنسی خواہش لازمی طور پر معدوم نہیں ہو جاتیں، بعض وقت جسم میں

حیاتی قوت کو غیر معمولی طور پر بڑھا کر وہ جنسی میلان کی قوت کو بھی حیرت انگیز طور پر مبالغہ کی منزل تک پہنچا دیتی ہیں اور چونکہ اسے جسمانی زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لیے اس پر ہمیشہ غلبہ پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان محرکات سے الگ کر کے اپنی ذات کے داخلی گوشے کی تلاش کی جائے اور اس میں زندگی بسر کی جائے تب یہ محرکات کسی کے اپنے ذاتی نہیں معلوم ہوں گے بلکہ ایسا معلوم ہوگا کہ یہ خارجی فطرت کا سطحی تسلط ہیں جو داخلی ذات یا پُرش (Prusha) پر اثرانداز ہیں۔ ایسی حالت میں ان کو زیادہ آسانی سے ترک کیا جا سکتا ہے یا ان کی مکمل طور پر نفی کی جا سکتی ہے"۔ نیند اور خواب سے متعلق بھی اُنھوں نے بصیرت افروز ہدایات دی ہیں۔

اُنھوں نے لکھا ہے کہ "اگر کوئی خواب کی تعبیر کا طریقہ سیکھ لے تو خوابوں سے اپنی فطرت اور دوسروں کی فطرت کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے"۔

درشن کے دوران گرو کس طرح ترسیل کرتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے شری اروبندو نے مدر کے بارے میں کہا "مدر نے دونوں طرح سے ترسیل کرتی ہیں۔ آنکھوں کے ذریعے، نفس کے لیے، اور ہاتھ کے ذریعہ مادہ کے لیے۔ مدر اپنے معتقدوں کو پھول (کوئی ۸۰۰ اقسام کے پھول جن کو مدر نے خاص روحانی اہمیت دی ہے) دیا کرتی تھیں جب وہ مدر کے پاس پرنام کرنے آتے تھے۔ شری اروبندو نے مدر کے پھول دینے کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے "اس کا مقصد اس چیز کا حصول ہے جس کا مظہر پھول ہے"۔

معتقدوں سے اپنے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے مدر نے کہا ہے "میرے اور تمھارے درمیان ایک خصوصی شخصی رشتہ ہے، اور ان سب کے درمیان بھی رشتہ ہے جو شری اروبندو کی اور میری تعلیمات کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ یہاں فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم چاہے فرانس میں رہو یا دنیا کے دوسرے سرے پہ

یا پانڈیچری میں، یہ تعلق ہمیشہ سچا اور زندہ ہے۔ ان لوگوں کو جنھیں میں نے اپنا پیرو تسلیم کیا ہے اور جن کے تعلق سے میرا ردّ عمل اثباتی رہا ہے یہ صرف رشتہ نہیں ہے بلکہ میری ذات کا صدور ہے۔ دراصل میں اپنے آپ کو ہر ایک کے لیے ذمّہ دار گردانتی ہوں، ان کے لیے بھی جن سے میں اپنی زندگی میں صرف ایک سکینڈ کے لیے ملی ہوں۔"

ایک دوسرے موقع پر مدر نے کہا "باکمال درجے سے مراد یہ ہے کہ خاص اہتزاز کی محرکات سے کس طرح نمٹا جائے۔ کسی چیز پر قدرت حاصل کرنا مثلاً کسی تحریک کے معنی یہ ہیں کہ صرف تمھاری موجودگی سے، بغیر کوئی لفظ کہے، کوئی تشریح کیے بغیر، ایک ناپسندیدہ لہر کو سچی لہر سے بدل دینا۔ الفاظ کے ذریعہ بحث و تشریح کرکے بلکہ کچھ قوت استعمال کرکے تم دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہو لیکن تحریک پر قدرت حاصل نہیں کر سکتے۔ کسی تحریک پر قادر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس تحریک کے اہتزاز کے مقابلے میں ایک زیادہ طاقت ور اور زیادہ سچا ارتعاش پیدا کرنے کی صلاحیت ہو تب ہی دوسرے ارتعاش کو روکا جا سکتا ہے۔

"اگر کسی خاص چیز کو سمجھانے کے لیے الفاظ ضروری ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سچا علم نہیں رکھتے اگر میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اس کے لیے بولنا پڑے تاکہ تم سمجھ سکو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مجھے اظہار پر قدرت نہیں ہے۔ میں صرف تمھارے ذہن پر اثر انداز ہوتی ہوں اور سمجھنے میں تمھاری مدد کرتی ہوں، اور تم میں جاننے کی خواہش کو بیدار کرتی ہوں اور تمھارے اندر نظم و ضبط پیدا کرتی ہوں لیکن اگر میں کچھ کہے بغیر صرف نظر ڈال کر تم کو ایسی روشنی میں نہ لے جا سکوں جو تم پر حقائق کو منکشف کر دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے جہالت پر پوری طرح غلبہ حاصل نہیں ہے۔"

۱۵۔ شری اروبندو کی نگارشات

شری اروبندو کی ساری نگارشات میں مشترکہ عناصر کی حیثیت سے تین پہلو بالکل واضح نظر آتے ہیں: انگریزی زبان پر ان کی غیر معمولی قدرت، جنوری ۱۹۰۸ء کے بعد ذہنی سکون کے ساتھ الہامی کیفیت' اور ہر چیز کے تعلق سے ان کا مکمل یا روحانی طریقہ۔ جہاں تک مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کا سوال ہے اُنھوں نے اپنے اس نظریہ کو صحیح ثابت کردیا ہے کہ یوگی کسی بھی موضوع پر قلم اُٹھا سکتا ہے۔ ان کی نگارشات ایک مستقل فیضان ہیں چاہے وہ سیاسی حیثیت سے متعلق ہوں یا روحانی امور سے متعلق اور نثر میں ہوں یا نظم میں۔

ایک یوگی ادیب کی حیثیت سے نہیں لکھتا کیونکہ وہ صرف وہی کچھ لکھتا ہے جو اس کا داخلی ارادہ الہام اس سے لکھواتا ہے۔' یہ شری اروبندو کے الفاظ ہیں 'یوگا میں ساری باتیں ممکن ہیں'۔ جیسا کہ خود انھوں نے لکھا ہے" مجھے لوگ فلسفی سمجھتے ہیں، مگر میں نے فلسفہ کا مطالعہ کبھی نہیں کیا، جو کچھ میں نے لکھا وہ یوگا کے تجربے' علم اور روحانی فیضان کی دین تھا۔ اسی طرح شاعری پر میری پُر عظیم دسترس اور مکمل اظہار کا کمال عمر کے اس آخری دور میں مجھے حاصل ہوا۔ مگر مطالعے اور دوسروں کی تحریریں پڑھنے سے نہیں بلکہ میرے شعور کی رفعت اور بلندیوں سے جو روحانی فیضان حاصل ہوا اس کی بدولت میں اس درجہ پر پہنچ سکا۔"

شری اروبندو کی ابتدائی سیاسی تحریریں اور تقریریں حسب ذیل پر مشتمل

ہیں۔ "نئے چراغ پرانوں کی جگہ" ۱۸۹۳ء میں اندو پرکاش میں شائع شدہ بھوانی مندر اسکیم۔ بندے ماترم کے کوئی سَو سے زیادہ اداریے جو ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۸ء کے درمیان شائع ہوئے۔ دھرما اور کرمایوگن میں ان کی تحریریں شائع شدہ ۱۹۰۹ء۔ ۱۹۱۰ء اتر پاڑا اور دوسری تقریریں، مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات پر ان کا تبصرہ جو پانڈیچری آنے کے بعد لکھا گیا۔ ان تحریروں اور تقریروں کی خاص بات تھی ہندوستان کی مکمل آزادی اور اس منزلِ مقصود کے لیے ان کا بار بار زور دینا "ہندوستان کو آزاد ہونا ہے نہ صرف اپنی خاطر بلکہ دنیا کی خاطر"۔ انھوں نے کہا کہ ان کے لیے سوراج ہندوستان کی قدیم طرزِ زندگی کی جدید انداز میں تکمیل تھا، قومی عظمت کے اور صداقت کی بازیافت تھا تاکہ وہ پھر اپنا رول اپنا سکے یعنی معلم اور رہنما کا عظیم رول۔ سیاست میں ویدوں کے آدرش کی آخری تکمیل کے لیے لوگوں کا خود کو آزاد کرالینا ہی ہندوستان کے لیے سچا اور حقیقی سوراج ہے۔ یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ہندوستان اپنی زندگی کا انصرام خود اپنے ہاتھ میں نہیں لے لیتا۔ اسے اپنی زندگی ایک آزاد اکائی کی حیثیت سے بسر کرنی چاہیے نہ کہ ایک جُزو یا غیر ملکی سامراج کے ایک ماتحت کی حیثیت سے"۔ انھوں نے صاف بتا دیا تھا آزادی کی جدوجہد کے لیے کون سی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ ایک طرف تو غیر جارحانہ احتجاج، بائیکاٹ، عدمِ تعاون، دیہی زندگی اور قومی تعلیم کی تشکیلِ جدید، دوسری طرف ضروری ہو تو مسلح بغاوت کی تیاری۔ ان کی ابتدائی تحریروں میں بھی یہی بات جھلکتی تھی، اور ان میں بھی ہندوستان کے عظیم ماضی کی واضح اور صحیح تصویر اور اس کے عظیم تر مستقبل پر ایقان کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

جو خیالات اُنھوں نے اپنی تحریروں میں ظاہر کیے تھے وہ آج بھی ویسے ہی سچے اور روحانی ہدایت کے حامل ہیں جو ۱۹۰۶ء میں تھے اُنھوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۰۸ء کو لکھا "ہم ہندو ہیں اور اپنے مزاج کے لحاظ سے فطرتاً روحانیت پسند ہیں کیونکہ جو کام ہم کو انسانیت کے لیے کرنا ہے کوئی دوسری قوم اس کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی۔ اور یہ کام ہے نسلِ انسانی کو روحانیت کے رنگ میں

رنگ دنیا۔۔۔۔۔ ۲۴/اپریل ۱۹۰۸ء کو بندے ماترم کے ایک اداریے میں انھوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ سیاست کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا ہے "ہمارے نزدیک دو چیزیں قدیم ہندوستانی سیاست کو دورِ جدید کی سیاست سے ممتاز کرتی ہیں اور وہ ہیں شدید حقیقت پسندی اور پر جوش روحانیت"۔

شری اروبندو کی اہم نگارشات روحانی فلسفہ اور یوگا، کلچر، ویدوں، گیتا اور دوسرے موضوعوں پر مشتمل تھیں، جو پہلے 'آریا' میں سلسلہ وار شائع ہوئے اور بعد میں نظرِ ثانی کر کے ان کو علیٰحدہ علیٰحدہ کتابی صورت میں شایع کیا گیا۔ ان کی تقریروں میں حقیقت پسندی جھلکتی ہے جو بیک وقت استدلالی بھی ہے اور ماورائی بھی جو نتیجہ ہے وجدانی تجربہ کے ساتھ ذہنی اور سائنسی نظم و ضبط کے امتزاج کا۔ یہ تحریریں نتیجہ ہیں ان کے مطالعے اور مراقبے کا جو نہ صرف وجود کے اعلیٰ ترین مسائل کا مکمل نقطۂ نظر پیش کرتی ہیں بلکہ پُریقین انداز میں مستقبل کے امکانات کی پیش بینی کرتی ہیں اور روحانی نشو ونما (مکمل یوگا) کے لیے ٹھوس رہنمائی کرتی ہیں اور حاملِ روحانیت سماج کے ارتقا اور انسانی رنگارنگی میں انسانی اتحاد کی حصول یابی کی بھی راہ دکھاتی ہیں۔

انسانی زندگی کا سچا قانون یہی ہے کہ الوہی زندگی کی نشوونما تکمیل کی حد تک ہو اور انسان کے ارضی وجود کی الوہی صورت گری ہو اور یہی اصل میں ارتقا ہے، شری اروبندو کے فلسفہ کے یہی بنیادی اصول ہیں۔ 'حیاتِ الوہی' جو ان کی اہم ترین تصنیف ہے، جس کو شری اروبندو ویدانتک موقف سے شروع کرتے ہیں اس کے بعد خودی، ذہن، حیات، سرور سرمدی، دنیا کے علم، جہالت، آواگون اور روح، ان سب کے بارے میں ویدانتی تصورات کی تشریح کرتے ہیں۔ ان حقیقتوں کو پیش کر کے انھوں نے ہمہ گیر لاثنویت (ادوتیا) کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے بتایا کہ ذہن اور زندگی اور مادہ یہ سب خودی کا استخراج ہیں۔ روحانی ذہن یا مافوق ذہن کے ذریعے سے جو کائناتی وجود کا اصلی معاون ہے،

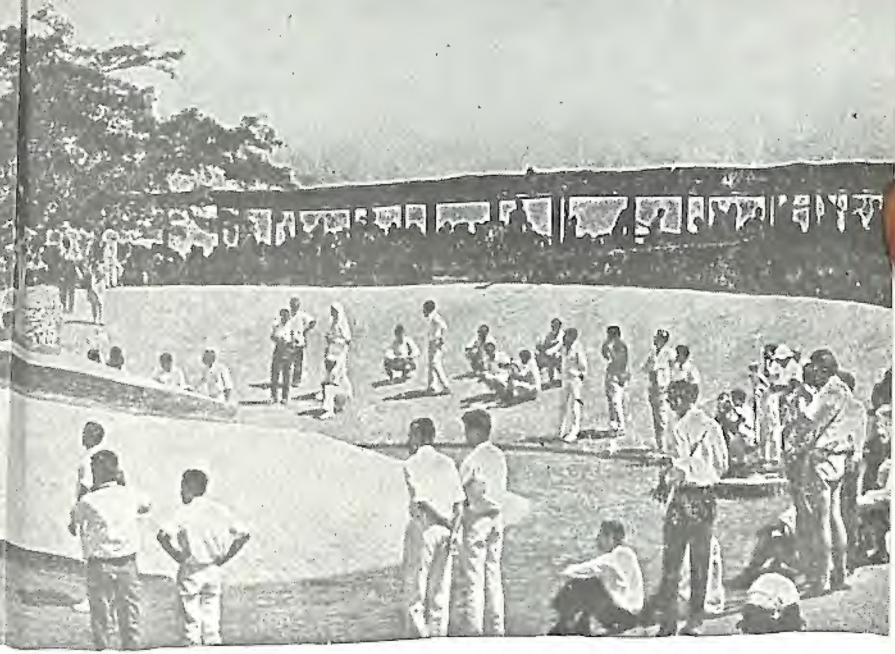
ذہن کو مافوق ذہن کی بلندی پر پہنچا کر انسان اس دنیا میں روح کی حقیقت اور زندگی کی سچائیوں اور اعلیٰ ترین اصولوں تک پہنچ سکتا ہے یہی اصول سرود سرمدی ہے' اس میں اور ارضی زندگی میں کوئی لاعلاج تناقص نہیں۔ ہم دنیا کو صرف جہالت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، ہمیں اسے علم کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ ہماری جہالت سے مراد ارتقا پذیر علم ہے جو مادہ کے ظاہری شعور میں الجھاؤ کا نتیجہ ہے اور شعور کی تکمیل کی جانب راجع ہے۔ اس مراجعت کی تکمیل اور انسانی وجود میں روحانی زندگی کے اظہار کے مواقع اواگون کی بدولت میسر آتے ہیں۔ وہ ارتقا کی سچائی کو تو مانتے ہیں مگر اس کی طبعی شکل میں اتنا نہیں، جو مغرب کا تصور ہے' جتنا اس کی فلسفیانہ صداقت میں' جو اس دنیا میں زندگی، ذہن اور روح کے مادہ میں اُلجھاؤ اور ان کا تدریجی مظاہرہ ہے۔ اِس ارتقا کی آخری منزل ہے روحانی زندگی اور حیاتِ الوہی۔

وید سے متعلق اپنی تصنیف میں شری اروبندو نے ویدوں میں علامتوں۔ رموز کا انکشاف کیا ہے اور مذہبی رسوم نے ان پر ابہام کا جو پردہ ڈال دیا تھا اس ہٹا دیا ہے۔ گیتا پر ان کے مضامین بھگوت گیتا کی بصیرت افروز تفسیر ہیں۔ یہ تفسیر کو واضح کرتی ہے کہ گیتا روح کی صداقت کا طاقت ور اطلاق ہے۔ یہ اطلاق زندگی کے وسیع ترین اور مشکل ترین حصہ سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ عمل اور راہِ عمل کو بھی جو لیے ہوئے ہے جہاں عمل رہنمائی کرتا ہے روحانی جنم کی سمت' اور جسے روحانی زندگی سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ ہماری اصل روح' اور خودی یا ذات ہماری عقل کے حدود سے پرے ہے۔ اس کی وجہ ہے داخلی کیفیات سے ہماری لاعلمی اور غلط شناسی اور ذہن، جسم' اور زندگی کی خارجی میکانیت کا ہماری تمام تر توجہ کا مرکز بن جانا۔

لیکن اگر انسان کی فعال روح ایک بار شناخت کی اس غلطی سے اپنے آپ کو فطری ذرائع کے توسط سے الگ کر لے' اگر وہ اس کے داخلی حقائق سے متعلقہ سارے



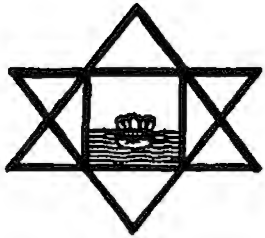
آروِل میں "مدرکاسندر" نوجوان کام کررہے ہیں



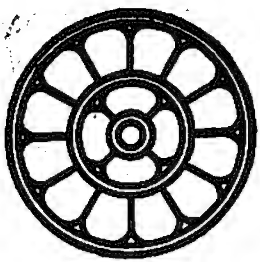
۱۹۶۸ء آروول ک



تاسیس کی تقریب



شری اروبندو کا نشان



”مدر“ کا نشان

عقائد کا مشاہدہ کر سکے اور ان کو زندگی میں برت سکے تو سب کچھ بدل جاتا ہے؛ حیات اور زندگی کی شکل بدل جاتی ہے۔ عمل کا مفہوم اور کردار مختلف ہو جاتا ہے۔ ہمارا وجود تب اس نیچر کی حقیر خود پرستانہ تخلیق نہیں بنا رہتا بلکہ الوہی زندگی کی وسیع تر، لافانی اور روحانی قوت بن جاتا ہے۔ ہمارا شعور محدود اور جد و جہد حیات کا اسیر ذہنی اور حیاتی مخلوق نہیں رہتا بلکہ ایک لامحدود الوہی اور روحانی شعور بن جاتا ہے۔

ہمارا ارادہ اور عمل بھی شخصیت اور اس کی انا کے اسیر نہیں رہتے بلکہ ایک الوہی اور روحانی ارادہ اور عمل بن جاتے ہیں۔ کائنات کا ارادہ اور قوت' ذاتِ برتر، خودی مطلق اور روح ان سب کی کارفرمائی آزادی سے انسانی شکل میں ہوتی ہے۔

یوگا کے تجزیہ میں شری اروبندو نے اپنے اصولوں اور طرزِ عمل کے جامع انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان اصولوں اور طریقوں کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے جن کا تعلق روحانی نظم و ضبط کی مختلف راہوں سے ہے اور وہ راستے بھی بتائے ہیں جو انسانی وجود کی مکمل الوہی زندگی کی سمت رہنمائی کرتے ہیں۔

وحدت انسانی کے آدرش میں انھوں نے انسانی وحدت سے متعلق بحث کی ہے اور اس کے میلات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اس طریقہ سے حقیقی انسانی وحدت کے حصول میں کیا نقائص حائل ہیں۔

(انسانی جنم چکر) (Human Cycle) میں جو ابتدا میں 'سماجی نشوونما کی نفسیات' کے نام سے شائع ہوئی تھی انھوں نے واضح کیا ہے کہ مستقبل کا سماج کس طرح ایک روحانی سماج بن سکتا ہے اور بنے گا۔ شری اروبندو کا سماجی فلسفہ ان کے روحانی فلسفہ کا جزو ہے۔ شری اروبندو کے خطوط اپنے معتقدوں کے نام' اروبندو کے ادب کا بہت اہم جزو ہیں ان کے پاس ہزاروں خطوط آتے تھے اور وقت کا بڑا حصہ ان جوابوں پر صرف ہوتا تھا۔ یہ خط ہر اس موضوع کا احاطہ کیے ہوتے جن کا تعلق انسانی زندگی

سے ہے، جیسے خدا، فطرت، انسان، وجود کی سطحیں اور اجزا، مراقبہ، ہٹ یوگا، تنترا، نیند، خواب، ذہن، وجدان، بیماری، عالمِ رویا، آرٹ، ادب، محنت بحیثیت سادھنا، ستری علم، برہم چریہ، غذا، تقدیر، کرم، تناسخ، ادبی تنقید، کلچر، عالمی حالات، سماجی مسائل، رہنمائے شعر گوئی، زر، مافوق ذہن، قلب ماہیت وغیرہ۔

ان کا یہ فلسفہ کہ "تمام زندگی یوگا ہے"۔ اپنے مکمل تصور میں ان ساری سرگرمیوں پر حاوی ہے۔ 'ہندوستانی تہذیب کی اساس' میں، شری اروبندو نے جن موضوعوں کو چھوا ہے وہ ہیں: جذبہ ہندوستان کے مذہب کے پیچھے اس کی روح، آرٹ، تعمیر کاری، مجسمہ تراشی، تعلیم، نظامِ سیاست وغیرہ اور بتایا ہے کہ کس طرح ہندوستان کا کلچر اس کی روح کا آئینہ دار ہے، اُنھوں نے اپنے بیان کے آخر میں کہا ہے "ہم محدود اور رسمی مفہوم میں تنہا اور الگ تھلگ نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ ہمارے اطراف میں جو جدید دنیا ہے اس کو نظر میں رکھیں اور اس سے متعلق آزادانہ معلومات حاصل کریں، ورنہ ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔"

ہمیں کلچر کے ہر شعبے پر نظر رکھنی چاہیے اور ہمیشہ اس حقیقت پر مضبوط گرفت رکھنی چاہیے کہ ہندوستانی اسپرٹ کیا ہے اور ہندوستانی آدرش کیا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ دونوں عصر حاضر کے حالات پر کس طرح اثر انداز ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے کیا امکانات ہیں اور نئی فتح مندانہ تخلیق کی جانب کس طرح رہنمائی کر سکتے ہیں۔ شری اروبندو کی مختصر نگارشات جیسے "مدر"، "لمحۂ الوہیت"، "مسئلہ تناسخ" وغیرہ مختلف مسائل اور مضوعات بھی اروبندوئی شعور پر روشنی ڈالتے ہیں کوئی مطالعہ کرے تو یہ پتہ چلے گا کہ اظہار ہر لحاظ سے کمال کی منزل پر پہنچا ہوا ہے۔ ان نگارشات کے مطالعے سے انسان کا باطن روشن ہو جاتا ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تحریریں نئے آسمانوں کی نشاندھی کرتی ہیں اور اس حقیقت کا مؤثر تصور پیش کرتی ہیں، لفظ صرف ایک جسمانی مظہر ہے۔ اپنی کتا

"شاعری کا مستقبل" میں شری اروبندو وضاحت کرتے ہیں کہ ماضی میں انتہائی رفعتوں کے لمحوں میں، شاعری میں تخلیق کے پیچھے جو الوہی حقیقت کارفرما رہی ہے اس کے اظہار کی کوشش کی گئی ہے، مگر مستقبل میں اس کے امکانات ہیں کہ اسے زیادہ شعوری اور بامقصد بنایا جائے اور اس کے لیے زیادہ مستحکم بنیادوں پر کوشش کی جائے۔ مستقبل کی شاعری کو انسانی روح کی گہرائیوں اور اشیا میں روحِ کائنات کے اظہار کے مسائل کو حل کرنا ہے۔ اسے اس تصور اور تجربہ کے لیے الہامی، جمالیاتی اسلوب اور کاشفِ حقیقت زبان دریافت کرنا ہے۔ مستقبل کے فنِ شاعری کا لازمی اور فیصلہ کن عنصر غالباً یہ دریافت کرنا ہوگا کہ روح یا جذبہ کا انکشاف یا تعیّن ہیئت کی اساس نہیں ہوتا بلکہ اصل حقیقت جذبہ ہے جو اپنے اسلوب اور لفظ کے تانے بانے بُنتا ہے۔

ساوتری جو ایک حکایت اور علامت ہے، شری اروبندو کی تازہ ترین اور عظیم ترین نظم ہے۔ بے قافیہ نظم کے ۲۳۸۰۰ مصرعوں نے اسے انگریزی ادب کی طویل ترین رزمیہ نظم بنا دیا ہے۔ شری اروبندو نے اس نظم کے بارے میں کہا ہے "اشیا کے نئے تصور اور نئے اظہار کے ساتھ یہ ایک عارفانہ شاعری ہے"۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے "میں نے ساوتری کو روحانی ارتقا کا ذریعہ بنایا ہے میں نے اسے ایک خاص ذہنی سطح پر لکھنا شروع کیا اور ہر وقت ایک اعلیٰ تر سطح پر پہنچتا گیا اور اس بلندی پر پہنچنے کے بعد اس حصّہ کو پھر سے لکھا۔ اس کے علاوہ مجھے اس کا بھی خاص طور پر خیال تھا کہ اگر ایک حصّہ مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ نچلی سطح سے تخلیق ہوا ہے، مگر میں اسے چھوڑنے پر تیار نہ ہوتا کیونکہ وہ اچھی شاعری کا نمونہ ہوتا۔ جتنا ہو سکے سارا کچھ اسی ایک دارالضرب سے سکہ بند ہوتا تھا در اصل میں نے ساوتری کو ایسی نظم نہیں سمجھا جسے فریضہ کے طور پر لکھنا اور ختم کرنا تھا بلکہ میرے لیے وہ ایک تجربہ تھی جس میں یہ دیکھنا تھا کہ شاعری کہاں تک کسی کے اپنے شعور سے لکھی جا سکتی ہے اور اسے کس طرح تخلیقی بنایا جا سکتا ہے اور پھر ساوتری کا متن ایک ایسے تجربے کو دیکھنے یا آزمانے کا موقع فراہم کرتا تھا جو عام قسم کا نہیں ہے۔

بلاشبہ ساوتری برتر علم ہے جو تمام انسانی فلسفہ اور مذہب سے بلند ہے یہ ایک روحانی طریق ہے، یہ یوگا ہے، تپسیا ہے، سادھنا ہے، ہر چیز اس کی تنہا ذات میں پنہاں ہے۔ ساوتری میں غیر معمولی طاقت ہے۔ یہ اس شخص کو ارتعاش بخشتی ہے جو تاثر پذیری کی صلاحیت رکھتا ہے۔ شعور کی ہر منزل پر ایک حقیقی اہتزاز۔ یہی وہ حقیقت کا ملہ ہے جسے شری اروبندو نے سطحِ ارضی تک پہنچایا۔

شری اروبندو نے اس رزمیہ میں ہمیں ایک پیغمبرانہ بشارت دی ہے بشرطیکہ ہم اس کو سمجھ سکیں۔ یہ دراصل ایک انکشاف ہے، یہ ایک مراقبہ ہے، ایک تلاش ہے لامحدود کی، لازوال کی، اگر اسے صحیح جذبہ کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ مطالعہ خود حیاتِ ابدی کی سمت رہنمائی کا کام کرے گا۔ یہاں سب کچھ ملے گا جو الوہیت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ یوگا کی ہر منزل یہاں موجود ہے اس کے علاوہ دوسرے تمام یوگا بھی یہاں موجود ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ہر شعر میں جس بات کا انکشاف کیا گیا ہے اگر کوئی اس پر خلوص دل سے عمل کرے تو یقیناً مافوق ذہنی یوگا سے بغیر کسی ہادی و رہنما کے قلبِ ماہیت کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہادی برحق ہے یہاں ہر چیز موجود ہے، عرفان، سریت، فلسفہ، تاریخ ارتقا، انسان کی تاریخ، دیوتاؤں کی تاریخ، تخلیق اور نیچر کی تاریخ، تخلیق کائنات اور اس کا مقدر، یہ سب اس رزمیہ میں موجود ہے۔ سارے سوالوں کے سارے جواب یہاں مل جائیں گے، یہاں ہر چیز سمجھائی گئی ہے۔ ایسے امور سمجھائے گئے ہیں جن کا اب تک کسی کو علم نہیں ہو سکا ہے بشرطیکہ کسی میں سمجھنے کی صلاحیت موجود ہو۔ یہاں ساوتری سے دو اقتباسات دیے جاتے ہیں۔

یک بیک ایک سحر زدہ قوت اسیرِ دام ہو جاتی ہے
جو زیرِ نقاب الوہیت کے لازوال عزم کو متحرک کرتی ہے
عبادت ایک حکیمانہ عمل، ایک نیک خیال
جو انسانی طاقت کو ماورائی قوت سے منسلک کرتی ہے

اور معجزہ معمول بن جاتا ہے
ایک عظیم عمل، دھارے کا رخ بدل دیتا ہے
ایک مجرد خیال، قادر مطلق بن جاتا ہے

ابدیت سے تکمیل پیدا ہوتی ہے
حقیقتِ مطلق، جو انسانی زندگی کو متغیر کرتی ہے
حق کا پرتو مادی اشکال پر حاوی ہو جاتا ہے
جہاں لافانی نور کا ایک عالم مافوق ذہن کی مملکت ہے
سچائی جو اسرار کے پردوں میں چھپی رہتی ہے
اور جس کی گتھی عقل کے ذریعے سلجھانا ناممکن ہے
وہ سچائی مادی شکل کے سخت ڈھانچے میں ڈھل جاتی ہے
تب زندگی کا عقدہ کھل جاتا ہے اور وہ بے نقاب ہو جاتی ہے
یہی فطرت ہے اور یہی عام قانونِ قدرت ہے

یہاں جسم روحانی عناصر سے تشکیل پاتا ہے
جو لازوال آگ کا آتش کدہ ہے
جہاں ہر عمل روح کی کارفرمائیوں کا ترجمان ہے
جہاں خیالات کی ہر رو، حکمی اور قطعی ہوتی ہے
اور زندگی مسلسل عبادت بن جاتی ہے
جو قادرِ مطلق کے حضور میں سرخوشی کی بھینٹ ہے
ایک کائناتی بصیرت اور روحانی وجدان

جیسے لامحدود کُل، محدود میں مجسّم ہو کر
سرور و مسرت کی کانپتی روشنی میں نمودار ہو گیا ہے
اور یہی وہ لمحات ہوتے ہیں جب انسان بے ہیئت حق کے
منوّر چہرے کا دیدار کرتا ہے
ایک لمحۂ عرفان میں ابدیت کی
شرابِ طہور کا جام نوشں کرتا ہے

شری اروبندو کی ابتدائی نظمیں مرٹیلا کے نام گیت ہیں جو ۱۸ سال کی عمر میں لکھے گئے جب وہ انگلستان میں تھے۔ یہ ۱۸۹۰ء-۱۸۹۲ء کا دور تھا۔ ان کی ابتدائی ۴۲ نظموں میں سے زیادہ تر نظمیں ان کے نظموں اور ڈراموں کے مجموعے میں شائع ہوئیں اور ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۰ء کے درمیان کچھ پانڈیچری میں لکھی گئیں۔ الیان، چھ رکنی اذرانی بحر میں ایک رزمیہ ہے اس کا موضوع وہ جنگیں ہیں جو آکلیز (یونانی دہشت پسند سورما) اور راموز دنیا کی ملکہ کے درمیان لڑی گئیں۔

شری اروبندو نے سنسکرت اور بنگالی میں لکھے گئے کئی ڈراموں اور نظموں کا ترجمہ بھی انگریزی میں کیا ان میں سے سب سے اہم سنسکرت سے ترجمہ شدہ کالیداس کا ڈراما وکرم اروشی تھا۔

شری اروبندو نے جو ڈرامے لکھے ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ان میں سے چار جو سب بے قافیہ نظم میں ہیں ان کا پس منظر مختلف ملکوں سے تعلق رکھتا ہے جیسے یونانِ قدیم، شام، ایران اور عراق۔ ایک ڈراما واسودتا ہے جیسا کہ اس کے سنسکرت نام سے ظاہر ہے، اس کا پس منظر قدیم ہندوستان ہے۔ اس کا تعلق عہدِ مہابھارت کی جنگ کے بعد کے دور سے ہے۔ یہ سب ڈرامے الوہی شعور کی نشان دہی کرتے ہیں جو حالات پر قادر

ہے اور یہ ڈرامے ہم آہنگی اور لافانیت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

ایک ادبی نقاد کی حیثیت سے شری اروبندو نے مختلف الخیال شخصیتوں پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔ یہ شخصیتیں گوئٹے، شیکسپیر، ہومر، ورڈسورتھ، والمیکی، ڈانٹے، کالی داس، اسکیلوس، ورجل، ملٹن، سوفیکلس، ویاسا وغیرہ ہیں۔

شری اروبندو کی تحریروں میں ماضی، حال، مستقبل، الوہی قوت اور تخلیق یہ سب ایک مکمل شعور کا ایک تجربہ اور اظہار کا ایک اٹوٹ حصہ بن جاتے ہیں جو خدائے برتر کی رحمت ہیں انسانیت کے لیے۔

۱۶۔ شری اروبندو آشرم

مدر نے ایک بار کہا، "میرا مقصد یہ ہے کہ ایک بڑا خاندان بنا دوں جس میں ہر شخص کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا مکمل طور پر نشو ونما اور اظہار کر سکے"۔

آشرم، شری اروبندو اور مدر کے آدرشوں کا فطری اور نمونہ بر منظر ہے۔ جب شری اروبندو پہلی بار سنہ ۱۹۱۰ء میں پانڈیچری آئے تو ان کے ساتھ ان کے چند نوجوان سیاسی ساتھی بھی آئے اور سب ایک خاندان کی طرح رہنے لگے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا دوسرے روحانیت کے متلاشی ان میں شامل ہوتے گئے۔ بہرحال سنہ ۱۹۲۰ء تک یہی حال رہا اور بالآخر جب مدر آگئیں تو اس کے بعد ممبروں کی تعداد بڑھنے لگی اور اجتماعی زندگی کی شروعات ممکن ہو سکی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصلی آشرم کی تشکیل ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء کے بعد ہوئی، جب شری اروبندو نے معتقدوں کو مدر کی نگرانی میں دے دیا۔

ہندوستان میں آشرم عام طور پر ایک روحانی یا مذہبی حلقہ ہے جس کے اراکین ایک گرو کے اطراف جمع ہو کر دنیا کو تیاگ دیتے ہیں، تاکہ اپنے آپ کو روحانی زندگی کے لیے وقف کر دیں۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ پہلے معتقد شری اروبندو کے اطراف جمع ہوئے اور اس کے بعد مدر کے اطراف، آشرم کی یہ تعریف شری اروبندو آشرم پر صادق نہیں آتی۔ شری اروبندو نے کہا ہے کہ یہ آشرم ترکِ دنیا کے مقصد سے قائم نہیں کیا گیا بلکہ ایسے مرکز اور تجربہ گاہ کے طور پر قائم کیا گیا ہے جہاں ارتقاء کے ذریعہ زندگی ایک نیا روپ لے سکے۔

شری اروبندو نے بنگال میں اپنی گرفتاری سے پہلے اور آشرم کی بنیاد کا کوئی خیال آنے سے پہلے اس بات پر زور دیا تھا کہ "روحانی زندگی کا سب سے زیادہ طاقت ور مظہر وہ شخص ہے جو یوگا کی قوت کے زیر اثر عام انسانوں کی سی زندگی گزارتا ہے۔ ایسے ہی داخلی اور خارجی زندگی کے اتحاد سے انسانیت بالآخر بلندیوں پر پہنچ جائے گی اور باعظمت اور الوہی بنے گی۔"

اس طرح آشرم ایسی جگہ ہے جہاں روزمرہ زندگی، روحانی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہے۔ آشرم کے ۱۲۰۰ ممبر ہیں جو مختلف قومیتوں اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، یہ سنیاسی نہیں ہیں، نہ ہی تیاگی ہیں بلکہ سادھک ہیں، متلاشی ہیں اور اعلیٰ روحانی مدارج کے آرزومند ہیں اور ان کا آدرش ہے یہیں زمین پر اور ارضی زندگی میں روحانی زندگی کا حصول۔ ان ہی لوگوں کو آشرم میں مقبولیت کی سند ملتی ہے جو مدر کی نظر میں روحانی زندگی کی باطنی طلب رکھتے ہیں۔ شری اروبندو نے ایک بار وضاحت کی: "ہم امیر و غریب کا یکساں خیر مقدم کرتے ہیں چاہے ان کا جنم انسانی معیار کے لحاظ سے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ اور ان سب سے یکساں محبّت کی جاتی ہے اور ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔"

سنہ ۱۹۲۰ء سے آشرم کو مسلسل ترقی ہو رہی ہے اصل عمارت کے علاوہ جہاں مدر رہتی ہیں اور جہاں اروبندو کی سمادھی ہے، آشرم کی اپنی عمارتیں سارے پانڈیچری شہر میں اور اس کے مضافات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آشرم کے مقدّس حدود کہاں تک ہیں، شری اروبندو نے کہا، "ہر وہ مکان جس میں آشرم کے سادھک رہتے ہیں وہ آشرم کے مقدّس حدود میں شامل ہے۔"

کچھ لوگ جب وہ پہلی بار آشرم آتے ہیں خاص طور پر مغربی ملک کے باشندے، مایوس ہو جاتے ہیں کیونکہ علم حاصل کرنے میں کوئی ان کی مدد نہیں کرتا، کلاسیں نہیں ہوتیں نہ لیکچر نہ درس و تدریس۔ شری اروبندو اور مدر کے فرمودات کے سوا جو

سب کو میسر ہیں، ہونے والے معتقد کو چاہیے کہ انتہائی سرگرم عمل زندگی کے ہنگامہ میں اپنے لیے ہر چیز خود تلاش و دریافت کرے۔ اسے قطعی طور اپنے آپ پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہاں اندرونی روشنی کے سوا کوئی حفاظتی دیواریں نہیں ہیں۔

شری اروبندو نے آشرم کو ایک وسیع معمل کہا ہے۔ جو ارتقار کی ہر سطح کو اپنے اندر سمو لیتا ہے، ذہنی، حیاتی، اور نفسی طور سے۔ اس میں تمام انسانی اقسام کی نمائندگی ہوتی ہے اور ساری روایات کی بھی۔ اور جہاں سادھکوں کی تربیت ہوتی ہے ہندومت میں دوسروں کا تعلق اسلام، عیسائیت، توئی مت، بدھ مت اور دہریت سے ہے، اور سب ارتقار کے مختلف مدارج میں ہیں۔ ہر ایک کو اپنی صداقت کی تلاش خود کرنی چاہیے اور یہ صداقت ممکن ہے کہ وہ نہ ہو جو اس کے ساتھی کی ہے۔ شری اروبندو کی ہدایت کے باوجود چند لوگ رہبانیت پر اعتقاد رکھتے ہیں اور گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ زیادہ تر سادھک کام پر لگے رہتے ہیں۔ اور وہاں ہر مذاق کی مناسبت سے کام موجود ہے آپ چاہیں تو قومی تعلیمی مرکز میں اُستاد بن سکتے ہیں جہاں کنڈرگارڈن سے یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم ہوتی ہے یا اسٹین لیس اسٹیل، دستی کاغذ سازی، فرنیچر، ہینڈلوم کپڑے، عطریات کے بنانے میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں یا کسی زمین اور باغ میں کام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو میکانکی کاموں سے دلچسپی ہے تو وہاں موٹروں، ٹرکس اور ٹریکٹر کے ورکشاپ موجود ہیں، یا آپ خیاطی، طباخی، یا طباعت، دکئی زبانوں کی، نجاری یا ڈیری فارم کے کام میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔ اور اگر آپ واقعی سادہ زندگی پسند کرنا چاہتے ہیں تو کھانے کے برتن صاف کر سکتے ہیں۔ وہاں کتب خانے ہیں، دارالمطالعے ہیں، ایک وسیع کھیل کا میدان ہے، ایک بڑا اسوئمنگ پول ہے، موسیقی، آرٹ، اور فوٹوگرانی کی آسانیاں مہیا ہیں۔

ایک کام پر دوسرے کام کو ترجیح نہیں دی جاتی، کسی کو اُجرت یا معاوضہ

بھی نہیں دیا جاتا، زندگی کی تمام ضروریات مدر کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں، اس طرح سادھک مالی مسائل سے آزاد ہیں۔ اصل کام عرفانِ ذات ہے، سارا کام خدمت گزاری اور بے غرضی کے جذبے کے تحت ہونا چاہیے جو الوہی قوت کی خوشنودی کے لیے ہو اور مکمل قلب ماہیت کا مقصد نمایاں طور پر ہر وقت پیشِ قلب و نظر رہنا چاہیے۔

الوہیت کے لیے کام کرنے کا مطلب مدر کے قول کے مطابق 'جسمانی عبادت ہے'،

آشرم میں تقریباً ۸۰۰ بچے رہتے ہیں۔ شری اروبندو قومی تعلیمی مرکز کا قیام ۱۹۵۲ء میں عمل میں آیا۔ جہاں عام طرز کی تعلیم نہیں ہوتی، مدر کہتی ہیں "مکمل تعلیم کے لیے پانچ اہم مقاصد کا ہونا ضروری ہے۔ جن کا تعلق اُس رُخ سے ہے، جنھیں شخصیت کی تعمیر کا ذریعہ کہا جا سکتا ہے۔ نفسی تعلیم سے ہم زندگی کے صحیح مقصد کے مسئلے سے دوچار ہوتے ہیں یعنی زمین پر ہمارے وجود کی غایت اور وہ دریافت جس کی سمت زندگی رہنمائی کرے اور پھر اس دریافت کا نتیجہ، فرد کا اپنے آپ کو لازوال اصول کے لیے وقف کر دینا ہے۔ برسوں پہلے جب مدر آشرم کے بچوں سے پابندی سے ملاقات کرتی تھیں، مدر نے ایک بار ان سے کہا تھا: "میرے بچو تم سب کو یہاں غیر معمولی آزادی حاصل ہے' کوئی سماجی پابندیاں نہیں ہیں، کوئی اخلاقی پابندیاں نہیں، نہ کوئی ذہنی یا عقلی پابندیاں ہیں اور نہ قواعد و ضوابط ہی ہیں اور نہ کچھ اور، صرف ایک روشنی ہے جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے"۔

اب مدر اپنے کمرے ہی رہتی ہیں، جہاں سادھکوں اور زائروں سے ملتی ہیں، پبلک میں صرف سال میں چار بار درشن دینے آتی ہیں، تاہم وہ انٹرویو دیتی ہیں اور آج تک آشرم کی ساری سرگرمیوں کی نگرانی کرتی ہیں، اُن کے اپنے الفاظ میں آشرم کی نشو و نما اور ترقی، جنگل یا صحرا کی طرح ہوتی ہے اور ہر شعبۂ خدمت کا وجود کسی بے اصل منصوبہ بندی کے تحت عمل میں نہیں آیا ہے بلکہ وہ ایک

زندہ اور حرکی ضرورت کے تحت ہے۔

"آشرم کی اس لیے بنیا د رکھی گئی اور اس کا مقصد یہی ہے کہ وہ نئی دنیا کا گہوارہ بن جائے۔ دروازہ کھلا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا، ان سب کے لیے جو یہ فیصلہ کر لیں کہ اپنی زندگی اس مقصد کی نذر کر دیں گے۔"

۱۷- اروِول

شری اروبندو کے مکمل یوگا کا مقصد مافوق ذہنی ماہیت ہے۔ ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء میں جو مافوق ذہنی نزول واقع ہوا تھا وہ اس سمت میں پہلا قدم تھا۔ عالمی شہر اروِول (جو شری اروبندو کی یاد میں رکھا گیا ہے) کا قیام دوسرا قدم تھا۔ ۱۹۲۱ء ہی میں مدر نے بتایا تھا جب مافوق ذہن اور مادّی وجود میں رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو اس کا اثر خارجی دنیا میں نئی تخلیق کی صورت میں ہونا لازمی ہے۔ نمونے کا شہر اس کا آغاز ہوگا اور مکمل دنیا اس کی انتہا۔

اروِول کی بنیاد شری اروبندو کے آدرشں کی یادگار کے طور پر ۲۸ فروری ۱۹۶۸ء میں رکھ دی گئی۔ اس موقع پر مدر نے کہا تھا "اروِول کی طرف سے تمام نیک انسانوں کے لیے نیک تمنائیں۔ ان تمام انسانوں کو، جو ترقّی کے خواہاں اور ایک بلند تر اور حقیقی سچی زندگی کے آرزومند ہیں، اروِول آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔"

اروِول کا منشور حسب ذیل ہے:

"اروول کسی ایک خاص فرد کے لیے نہیں ہے اروول کا تعلق مجموعی طور پر تمام انسانیت سے ہے مگر اروِول میں رہنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ الوہی شعور کی برتری کا دل سے قائل ہو۔

"اروِول نہ ختم ہونے والی تعلیمات کا مقام اور مسلسل ترقّی اور غیر فانی شباب کا گہوارہ رہے گا۔

اروول کا مقصد یہ ہے کہ ماضی اور حال کے درمیان ایک پُل کا کام دے۔ خارج اور داخل کے تمام انکشافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اروول مستقبل میں تکمیلِ مقاصد کے لیے دلیرانہ اقدام کرے گا۔ اروول مادی اور روحانی تحقیقات کا ایسا مقام ہوگا جو حقیقی وحدتِ انسانی کا ایک زندہ مظہر ہوگا۔"

مدر کے مطابق "اروول کو ایک ایسا عالمی شہر بنانا مقصود ہے جہاں سب ملکوں کے مرد اور عورتیں امن اور ترقی پسندانہ ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکیں اور جو تمام مسلکوں، سیاست اور قومیتوں سے بلند و بالا ہو۔"

اروول پانڈیچری سے ۵ میل شمال میں واقع ہے۔ اس کے لیے جو مقام منتخب کیا گیا ہے وہ مشرق کی سمت سمندر کا بے حد دل فریب اور رنگا رنگ نظارہ پیش کرتا ہے اور اس کے مغرب اور شمال میں خوبصورت جھیلیں ہیں، ۵۰ ہزار اشخاص کو یہاں بسانا مقصود ہے۔ اروول نہ صرف عالمی تہذیبی بستی ہوگا بلکہ ایک مکمل طرزِ حیات کا نمونہ بھی ہوگا، اور قالبِ ماہیت کے لیے راہ ہموار کرے گا۔ یہ ان لوگوں کا مسکن ہوگا جو شعوری طور پر اپنے نفس کا ارتقا چاہتے ہیں۔ موجودہ انسانیت کی تکمیل اور دنیا آج جن مسائل سے دوچار ہے ان کا حل بھی یہاں میسّر آئے گا۔

اروول کا مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا کے تمام حصوں کے لوگوں کے لیے یک جائی کا موقع فراہم کرے۔ ایسے لوگ جو شری اروبندو کے آدرشوں کے مطابق زندگی گزارنے پر تیار ہوں یہ مقام ایسا ہوگا جہاں تمام نیک دل اور مخلص انسان عالمی شہری کی حیثیت سے آزادانہ رہ سکیں گے۔ یہ امن، باہمی میل جول اور ہم آہنگی کا مرکز ہوگا اور جہاں انسان کی جارحانہ جبلتوں کو صرف اس کے مصائب و مشکلات کے اسباب کو فتح کرنے پر صرف کیا جائے گا۔ اس کی کمزوریوں اور جہل کو تسخیر کیا جائے گا، اور اس کی عدم صلاحیتوں اور مجبوریوں پر فتح حاصل کی جائے گی۔

انسان کے مابین باہمی رشتہ، جن کا اظہار عام طور پر مقابلہ اور مقاومت پر ہوتا ہے اس کی بجائے یہاں اس کی بنیاد بہتر کاموں کے لیے باہمی تعاون، اور حقیقی برادرانہ تعلقات پر رکھی جائے گی۔

مختلف ملکوں کے مستقل تہذیبی مرکز اروول میں قائم کیے جائیں گے، جن میں ہندوستان کی ریاستیں بھی شامل ہوں گی، اور یہ مرکز ان ملکوں اور ریاستوں کی تہذیبوں کے مظہر، اور ان ملکوں کے کلچر، فنِ تعمیر، زبان، آرٹ، طرزِ زندگی، قدرتی مناظر وغیرہ کے آئینہ دار ہوں گے۔ یہاں کے رہنے والوں کا دنیا کی تہذیبوں سے براہِ راست ربط رہے گا اور وہ کثرت میں وحدت کی اقدار سے روشناس ہوں گے۔

یونسکو کی جنرل اسمبلی نے پیرس میں اتفاق رائے سے اروول کے قیام کی تائید میں تین قرار دادیں ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۰ء میں منظور کیں ۱۹۷۱ء میں جنرل کانفرنس نے اپنی قرار دادمیں ممبر ریاستوں اور بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کو دعوت دی کہ وہ اروول کو ایک بین الاقوامی تہذیبی شہر بنانے اور ترقی دینے میں حصّہ لیں۔

اس شہر کی تعمیر کا مقصد یہ ہے کہ یہاں مختلف تہذیبوں و تمدّنوں کی اقدار کو ہم آہنگ ماحول میں یک جا کیا جائے اور جہاں زندگی کے معیار ایک مکمل اکائی کی طرح انسان کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کے مطابق ہوں۔

اروول کے شہریوں کے نام وزیرِ اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے یہ پیام دیا تھا:

"پانڈیچری شری اروبندو کی سیاسی جلاوطنی اور ان کی شخصیت کے روحانی انکشاف کا مقام ہے ان کا درخشاں پیام پانڈیچری ہی سے دنیا کے مختلف حصّوں میں نور افروز ہوا۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ مختلف ملکوں کے طالبانِ نور و روشنی کو ایک ایسا نیا شہر مل گیا، جو شری اروبندو کے نام سے وابستہ ہے۔ انسان کی روحانی ترقی کی ماحولی ضرورتوں کے ادراک کے لیے یہ ایک غیر معمولی منصوبہ ہے۔ میری تمنا ہے کہ اروول حقیقی معنوں میں روشنی اور امن کا

شہر بن جائے"۔

مدر نے اردوِل کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا "انسانیت ارضی تخلیق کا آخری زینہ نہیں ارتقار کا سلسلہ جاری ہے اور انسان سے بہتر مخلوق وجود میں آئے گی۔ ہر ایک کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا وہ اس نئی تخلیق کی تیاری میں حصہ لے گا۔ دنیا کے موجود حالات سے جو لوگ مطمئن ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے لیے اردوِل کا قیام کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

مدر نے یہ بھی بتایا ہے کہ اردوِل کے سچے شہری کی کیا خصوصیات ہونی چاہئیں:

"پہلی ضرورت داخلی انکشاف ہے جس کے ذریعہ کوئی جان سکتا ہے کہ سماجی، اخلاقی تہذیبی، نسلی، اور وراثتی مظاہر کے پیچھے دراصل کون سی سچی قوت کارفرما ہے، ہمارے نفس کی عمیق ترین گہرائیوں میں ایک ہمہ گیر اور ہمہ آگاہ آزاد وجود موجود ہے جو اپنے پہچانے جانے کا منتظر ہے اور جسے اردوِل میں ہمارے وجود اور ہماری زندگی کا فعال مرکز بننا ہے۔

"اردوِل میں رہنے والوں کی زندگی اخلاقی اور سماجی پابندیوں سے آزاد ہے مگر اس آزادی کو انا اور اس کی خواہشات اور اس کی امنگوں کی غلامی کا نیا روپ نہیں دھارنا چاہیے۔ جذباتی آسودگی، داخلی انکشاف کے راستے میں حائل ہوتی ہے، اسے صرف سکونِ قلب اور مکمل اور واضح بے لوثی ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

"اردوِل کے شہریوں کو ملکیت کے جذبہ سے عاری ہونا چاہیے کیونکہ مادی دنیا میں ہمارا حق آمد و رفت جو ہماری زندگی اور ہمارے عمل کے لیے ناگزیر ہے اور جو مقام ہمارے لیے مقدر کیا گیا ہے، وہی ہمیں ملتا ہے، ہمارے داخلی وجود سے ہمارا ربط جتنا زیادہ باشعور ہوگا اتنے ہی حقیقی ذرائع ہمیں میسر ہوں گے۔

"کام بلکہ جسمانی کام داخلی انکشاف کے لیے ناگزیر چیز ہے۔ اگر کوئی کام نہیں کرتا، اگر کوئی اپنے شعور کو مادہ میں دخیل نہیں کرتا تو مادہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا، شعور کے ذریعہ جسمانی توسط سے مادہ کی تنظیم ایک بہت مستحسن کام ہے۔

"اپنے اطراف نظم وضبط قائم کرنے سے اپنے نفس کے داخلی نظم وضبط میں مدد ملتی ہے۔ کسی کو اپنی زندگی کی تنظیم، خارجی اور مصنوعی اصولوں کے مطابق نہیں بلکہ منظم داخلی شعور کے مطابق کرنی چاہیے کیونکہ اگر کوئی زندگی کو اعلیٰ شعور کی لگام دیے بغیر آزاد چھوڑ دے تو زندگی اظہار اور یقین کی قوت سے محروم ہو جاتی ہے۔

"اگر مادہ کا کوئی شعوری مصرف نہ نکالا جائے تو یہ ایک لحاظ سے تضیع اوقات ہوگا۔ تمام روئے زمین کو نئی مخلوق کی آمد کی تیاری کرنی چاہیے اور اردو دل کا مقصد شعوری طور پر اسی آمد کے لیے کام کرنا ہے، آہستہ آہستہ اس کا انکشاف ہم پر ہوگا کہ یہ نئی مخلوق کیسی ہونی چاہیے مگر اس اثنا میں بہترین اقدام جو ہمیں کرنا ہے وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر الوہی طاقت کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔"

مختصراً شری اروبندو کے الفاظ میں ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں:

"ابھی سچائی کو فروغ ہوگا اور ہم آہنگی بڑھے گی۔ وہ دن آئے گا جب انسان آپس میں قربت اور وحدت محسوس کریں گے۔ اس اثنا میں ایک اگلا قدم ایک طرح کا حاصل تو ہے کیونکہ رفتہ رفتہ زمین اپنے آپ کو آسمان کے لیے وا کر دے گی یہاں تک کہ اس کی روح کی نیم تاریک فضائیں روشنی سے معمور ہو جائیں گی۔"

کتابیات

شری اروبندو کی نگارشات

یوگا سے متعلق - یوگا کا تجزیہ (۱۹۶۵ء) یوگا سے متعلق نمبر ۱

یوگا سے متعلق نمبر ۲ - جلد نمبر ۱ اور نمبر ۲ (۱۹۵۸ء)

تقریریں (۱۹۵۲ء)

یوگا کی تشریح (۱۹۴۲ء)

کرما یوگن کا آدرش (۱۹۵۰ء)

شری اروبندو کی تصنیف اپنے اور مدر کے بارے میں (۱۹۵۳ء)

یوگا کی اساس (۱۹۴۹ء)

شری اروبندو اور آشرم کا پیغام (۱۹۶۲ء)

شری اروبندو کا پیغام - ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

یوگا سے متعلق - (۱۹۵۶ء)

گیتا پر مضامین (۱۹۶۶ء)

جنم چکر، وحدتِ انسانی کا آدرش اور جنگ اور خود اختیاری (۱۹۶۲ء)

ہندوستانی ثقافت کی اساس (۱۹۵۹ء)

حیات الوہی (امریکن ایڈیشن) (۱۹۶۵ء)

زندگی، ادب، یوگا (۱۹۶۷ء)

مدر (۱۹۶۰ء)

الوہی لمحہ (۱۹۶۴ء)

مسئلہ تناسخ (۱۹۵۲ء)

نظمیں اور ڈرامے

ساوتری (۱۹۵۴ء)

آخری نظمیں (۱۹۵۲ء)

مستقبل کی شاعری (۱۹۵۳ء)

پراسرار آگ کی مدح میں (۱۹۵۲ء)

نظموں اور ڈراموں کا مجموعہ (دو جلدیں) (۱۹۴۲ء)

پیغامبر پرسی آس' (۱۹۵۵ء)

الیان (۱۹۵۷ء)

واسودتا (۱۹۶۵ء)

وکرم اروشی (ہیرو اور بن دیوی) کالی داس کا سنسکرت ڈراما مترجمہ شری اروبندو

اخبارات ورسائل جن میں شری اروبندو کی تحریریں شایع ہوئیں

بندے ماترم (۱۹۰۸ء)

آریا (۱۹۱۴ء)

اندو پرکاش (۱۸۹۳/۹۴ء)

جوگانتر (۱۹۰۶ء)

کرمایوگن (۱۹۰۹ء)

دھرما (۱۹۰۹ء)

آشرم کے رسائل سے اقتباسات

مدر انڈیا (۱۹۵۲ء) مضمون نوشتہ انیل بارن رائے

ایضاً (۱۹۵۸ء) مدر نوشتہ کے۔ڈی۔سیتھنا

ایضاً (۱۹۵۹ء) مدر کا پیام

جسمانی تعلیم سے متعلق رسائل

شری اروبندو بین الاقوامی مرکزِ تعلیم کے رسائل

مدر کی نگارشات

شری اروبندو پر مدر کا اظہارِ خیال

عبادات اور مراقبہ (۱۹۴۸ء)

مدر کے ارشادات (تین سلسلے) (۱۹۶۵ء)

مدر کے پیغامات -

شری اروبندو کی سوانح حیات (۱۹۶۴ء) - اے۔بی پُرانی

سایاجی راؤ گائیکواڑ اور ان کے رفیق - جی۔ایس۔سرڈیسائی

شری اروبندو، انسانیت کی امیدوں کا سہارا۔ کیشو مورتی

شری اروبندو پر سنگھے - دنیندر کمار رائے

علی پور کا مقدمہ (۱۹۲۲ء) - بیناۓ کرشنا بوس

شری اروبندو آشرم کی زندگی (۱۹۶۵ء)۔ نارائن پرشاد

شری اروبندو کا یوگا (سلسلہ نمبر۹) - نولینی کانت گپتا
اقلیمِ شعور میں شری اروبندو کی مہمات (۱۹۶۸ء) - ست پریم
نجات دہندہ (۱۹۷۰ء) - سیسر کمار مترا
خراجِ عقیدت (۱۹۰۷ء) - رابندرناتھ ٹیگور
شری اروبندو سے مراسلت (سلسلہ نمبر۱ اور نمبر۲) (۱۹۵۴ء) اور (۱۹۵۹ء) نیرودبارن
آنند مٹھ بنکم چیٹرجی
شری اروبندو کے یوگا کی فرہنگ (۱۹۶۶ء) - ایم - پی - پنڈت
شام کی بات چیت (سلسلہ نمبر ۱، ۲، ۳) - اے - بی - پرانی

اہم تاریخیں

۱۵؍اگست ۱۸۷۲ء ۔ کلکتہ میں شری اروبندو کی پیدائش
۱۸۷۷ تا ۱۸۷۹ء ۔ انگلش بورڈنگ اسکول (دارجلنگ) میں
۱۸۷۹ تا ۱۸۸۴ء ۔ مانچسٹر، انگلینڈ
۱۸۸۴ تا ۱۸۹۰ء ۔ سینٹ پال اسکول، لندن
۱۸۹۰ تا ۱۸۹۲ء ۔ کنگس کالج، کیمبرج
۱۸۹۲ تا ۱۸۹۳ء ۔ ہندوستان کو واپسی ۔ بڑودہ
۱۹۰۱ء ۔ مرنالینی دیوی سے بیاہ
۱۹۰۲ء ۔ بنگال میں انقلابی سرگرمیاں
۱۹۰۴ء ۔ یوگا کا آغاز
۱۹۰۶ء ۔ بڑودہ سے کلکتہ کو منتقلی
دسمبر ۱۹۰۷ء ۔ یوگی لے لے، سے پہلی ملاقات
۴؍مئی ۱۹۰۸ء ۔ برطانوی حکومت کے ہاتھوں گرفتاری
۱۹۰۸ تا ۱۹۰۹ء ۔ علی پور بم کا مقدمہ
۶؍مئی ۱۹۰۹ء ۔ علی پور جیل سے رہائی
فروری ۱۹۱۰ء ۔ کلکتہ سے چندرنگر کو روانگی
۴؍اپریل ۱۹۱۰ء ۔ پانڈیچری میں آمد

۲۹؍مارچ ۱۹۱۴ء - شری اروبندو اور مدر کی پہلی ملاقات

۱۵؍اگست ۱۹۱۴ء - آریا کی اشاعت کا آغاز (ایک فلسفیانہ ماہوار رسالہ)

۲۲؍فروری ۱۹۱۵ء - مدر کی پانڈیچری سے روانگی

۲۴؍اپریل ۱۹۲۰ء - مدر کی واپسی اور پانڈیچری میں سکونت

جنوری ۱۹۲۱ء - آریا کی اشاعت کا خاتمہ

۲۴؍نومبر ۱۹۲۶ء - یومِ کشف و کرامات

۱۹۲۶ء - شری اروبندو کی گوشہ نشینی اور آشرم کے انتظامات کی مدر کی ذمہ داری

۲۴؍نومبر ۱۹۳۸ء - شری اروبندو کے پاؤں کا حادثہ اور چند سادھکوں کے لیے ان کی خدمت گزاری کا موقع

۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء - شری اروبندو کے ۷۵ویں جنم دن پر ہندوستان کی آزادی

۵؍دسمبر ۱۹۵۰ء - شری اروبندو کا سورگباش

۱۹۵۲ء - شری اروبندو بین الاقوامی مرکزِ تعلیم کا افتتاح

۲۹؍فروری ۱۹۵۶ء - مافوقِ ذہن کا نزول

۲۸؍فروری ۱۹۶۸ء - اروول کا سنگِ بنیاد

شری اروبندو کی تصانیف

ہندوستانی کلچر

ہندوستانی کلچر کی اساس

وید سے متعلق

پر اسرار آگ کی مدح

اِشا اُپنشد (سنسکرت متن کا انگریزی ترجمہ حواشی کے ساتھ)

آٹھ اُپنشد (سنسکرت متن، انگریزی ترجمہ حواشی کے ساتھ)

کینا اُپنشد (سنسکرت متن، انگریزی ترجمہ حواشی کے ساتھ)

گیتا پر مقالہ

ہندوستان کا نشاۃ ثانیہ

ہندوستانی آرٹ کی اہمیت

ادب: نظمیں اور ڈرامے

دیاسا اور والمیکی۔

کالیداس

نقد و نظر

شری اروبندو کے خطوط سلسلہ نمبر ۳ (ادب سے متعلق)

مستقبل کی شاعری

ارواح سے بات چیت

عالم خیال (افسانہ)

نظموں اور ڈراموں کا مجموعہ

ماضی اور حال کی نظمیں

آخری دور کی نظمیں

مزید نظمیں

ایلان

روڈگیون

ساوتری: ایک حکایت، ایک علامت

بسورا کے وزیر

واسودتا،

ایرک

قوم پرستی

بنکم۔ تلک، دیانند

آرٹ کی قومی اہمیت

کرمایوگن کا آدرش

قومی تعلیم کا نظام

ہندوستان کا دماغ

شری اروبندو کی تقریریں

فلسفہ - یوگا

شری اروبندو سے متعلق چند تصانیف

(مندرجہ ذیل کتابیں شری اروبندو آشرم پانڈیچری کی جانب سے شائع ہوئی ہیں، سوائے ان کتابوں کے جن کے ناشرین کے نام قوسین میں دیے گئے ہیں)

شری اروبندو کی حیات الوہی ۔ دی چندر شیکھرم

شری اروبندو کا مکمل فلسفہ (چودھری ہری داس اور ایف، اسپی گل برگ) (ایلن اینڈ ان ون)

مہایوگی (بھون کی کتاب) آر۔ آر۔ دیواکر

شری اروبندو کا یوگا ۔ نولینی کانت گپتا

(۱) شری اروبندو۔ (راؤ اینڈ راگھون) کے۔ آر، سری نواس آئنگر

(۲) شری اروبندو، ایک تعارف

شری اروبندو کا فلسفہ، مشرق ومغرب کا سنگم ۔ ایس۔ کے۔ مترا

نجات دہندہ (جیکو) ایس۔ کے۔ مترا

شری اروبندو سے مراسلت، (دو جلدیں) (نرود باران)

شری اروبندو یا شعور کی مہمات ست پریم

شری اروبندو انسانیت کی امیدوں کا سہارا ۔ کیشو واتی (ڈپٹی اشاعت گھر)

شری اروبندو اور آشرم کی زندگی ۔ نارائن پرشاد

شری اروبندو کی یوگا میں سادھنا ۔ ایم۔ بی۔ پنڈت

شری اروبندو۔ انسان کا ارتقا مستقبل میں ۔ پی۔ بی۔ سینٹ ہلیری، (ایلن اینڈ ان ون)

شری اروبندو کا شعری جوہر۔ کے۔ڈی۔ سیتھنا
ہندوستانی قومیت کے پیغامبر، شری اروبندو گھوش کے سیاسی طرزِ فکر کا مطالعہ۔
سنہ ۱۸۹۳ تا سنہ ۱۹۱۰ء ۔ کرن سنگھ (ایلن اینڈ ان ون)

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا، جس کے ذریعے ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک سات سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شایع کر چکا ہے ——— ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں شایع کی گئی ہیں۔

آدان پردان

ہندوستانی کتابوں کا سلسلہ

اس سلسلے کے تحت ہندوستانی زبانوں کے منتخب ادب کے ترجمے پیش کیے جاتے ہیں

گنگا چیل کے پنکھ (ایل، این، بورا) مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

آسام کی بدلتی ہوئی زندگی اور معاشرے کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ ناول جس میں تہذیب بھی ہے اور رومان بھی!
قیمت: 6/75

برہمن لڑکی (شری دھر ونکیش کیتکر) مترجم: اگر سین نارنگ

مراٹھی زبان کا ایک عظیم ناول جس میں سماج میں عورت کی حالت اور تعلیم نسواں کے موضوع کو بڑے ماہرانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
قیمت: =/7

شاعر (تاراشنکر بندوپادھیائے) مترجم: پریمیش کمار ڈے

تاراشنکر میں کردار نگاری کی بے پناہ صلاحیت تھی، ان کی اس خوبی نے اس ناول کو بھی بنگالی کا ایک عظیم اور مقبول ناول بنا دیا تھا۔
قیمت: 8/75

بنگرواڑی (ڈی، ماڈگولکر) مترجم: عرش ملسیانی

ایک ایسا عظیم ناول جس میں مہاراشٹر کی دیہاتی زندگی اپنی تمام دلچسپیوں اور تلخیوں کے ساتھ موجود ہے۔ قیمت: 5/25

چار دیواروں میں (ایم، ٹی، واسودیون نائر) مترجم: ظفر ادیب

کیرالا کا مٹتا ہوا معاشرہ اور نئی ابھرتی ہوئی زندگی اس ناول کی بنیاد ہے۔ زندگی کے حقائق تلخ ہوتے ہیں مگر نئی اُمیدوں کے ساتھ انہیں گھونٹ گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے۔ قیمت: 7/75

زندگی، ایک ناٹک (پنالال، پٹیل) مترجم: کشور سلطان

گجرات میں پڑنے والے قحط پر جیتے جاگتے کرداروں کی کہانی جو اپنے پڑھنے والوں کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ قیمت: =/10

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ویکیم محمد بشیر) مترجم: اطہر پرویز

کیرالا کے مسلم معاشرے اور زندگی کی عکاسی کے نقطۂ نظر سے یہ بشیر کی بہترین تخلیق ہے۔ قیمت: 5/75

آبِ حیات (مولانا محمد حسین آزاد) تلخیص و مقدمہ: احتشام حسین

اُردو کی ایسی تاریخی دستاویز جس کا مطالعہ ادب کے ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ قیمت: 6/75

تاش کے محل (مپال رنگنا یکما) مترجم: زینت ساجدہ

عورت ہر دور میں ہر سماج میں دبی رہی ہے، اس لیے یہ کہانی صرف آندھرا کی عورت کی نہیں بلکہ ہندوستان کی عورت کی ہے۔ قیمت: 5/50

سفید خون (نانک سنگھ) مترجم: رتن سنگھ

پنجابی زبان کے اس ناول میں زندگی کی تلخیاں اپنی پوری سچائیوں کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔ کہانی اتنی تیزی سے آگے بڑھتی ہے کہ قاری کھو کر رہ جاتا ہے۔ قیمت: =/8

مٹتی بنتی تصویریں (بھگوتی چرن ورما) مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

ہندی زبان کا وہ شاہکار ناول جس میں ہندوستانی سماج کے بدلتے ہوئے رجحانات کی عکاسی کی گئی ہے۔ قیمت: =/5

ہندوستان کی مختلف زبانوں کے بہترین افسانوں کے انتخابات جن کا مطالعہ متعلقہ زبان کے ارتقا، کلچر اور تمدن کے بارے میں تفصیلی معلومات مہیا کرتا ہے

پنجابی افسانے ..... (مرتبہ: ہربھجن سنگھ) مترجم: مخمور جالندھری =/7

ہندی افسانے .... (مرتبہ: نامور سنگھ) مترجم: اگر سین نارنگ 9/=

تامل افسانے .... (مرتبہ: ی، پا، سوم سندرم) مترجم: حسرت سہروردی 8/=

ملیالم افسانے .... (مرتبہ: ادم چیری این این پلے) مترجم: جیلانی بانو 8/75

اُردو افسانے .... (مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر) 10/50

قومی سوانح حیات کا سلسلہ

ہندوستان کی عظیم شخصیات کی زندگی کے حالات اس سلسلے کے تحت شائع کیے جاتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اہم ہستیاں اس سلسلے میں شامل ہیں۔

پنڈت وشنو دگامبر (ڈی۔ آر۔ اٹھاولے) مترجم: شش، قدوائی 2/25

کبیر .... (پارس ناتھ تواری) مترجم: ایم کے درانی 2/50

گرونانک .... (گوپال سنگھ) مترجم: مخمور جالندھری 3/25

گروگوبند سنگھ .... (گوپال سنگھ) مترجم: مخمور جالندھری 3/=

رنجیت سنگھ .... (ڈی، آر، سود) مترجم: مخمور جالندھری 2/75

قاضی نذرالاسلام .... (بسودھا چکرورتی) مترجم: عرشش ملسیانی 2/25

اروبندو گھوش .... (نوا جاتا) مترجم: اشفاق حسین 4/50

سوامی رام تیرتھ .... (ڈی۔ آر۔ سود) مترجم: مخمور جالندھری 3/75

متفرق

آبادی

(ایس۔ اگروال) مترجم: مخمور جالندھری

بڑھتی ہوئی آبادی ہندوستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس سے ہماری اقتصادیات اور معیشت سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اس کتاب میں اس مسئلے کے حل بھی پیش کیے گئے ہیں۔ قیمت: 5/25

جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول

(منورنجن جھا) مترجم: غلام ربانی تاباں

قیمت: 9/50

منتخب قومی شاعری

(مرتبہ: سردار جعفری)

آزادی کے بعد اردو شاعری میں کون سے نئے موڑ آئے کن رجحانات نے جگہ بنائی؟ یہ جاننے کے لیے اس انتخاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت: 4/=

جدوجہد آزادی

(ستیش چندر، الیش ترپاٹھی، برن ڈے) مترجم: غلام ربانی تاباں

یہ ہماری آزادی کی ایسی اجمالی تاریخ ہے جو بڑی احتیاط، معلومات اور سلیقے سے مرتب کی گئی ہے اور جو تحریک آزادی کے ہر پہلو کی عکاسی کرتی ہے۔ قیمت: 5/50

عظیم باغی (ڈینس کنسیڈ) مترجم: پرما تماسرن قیمت: 5/50

اکبر (لارنس بنین) مترجم: رضیہ سجاد ظہیر قیمت: 6/25

کچھوا اور خرگوش (ذاکر حسین) مجلد ایڈیشن: 2/= عام ایڈیشن: 1/=

حکومت ہند نے وزارتِ تعلیم میں نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کو ایک خودمختار تنظیم کی حیثیت سے ۱۹۵۷ء میں اس اہم ترین مقصد کو مدِّنظر رکھتے ہوئے قایم کیا تھا کہ ملک میں ایک [illegible] فضاء تخلیق کی جائے جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ کتابیں پڑھنے کی طرف راغب ہوں۔

ٹرسٹ کی سرگرمیوں میں یہ باتیں شامل ہیں:
کتابوں کے میلے اور نمایش منظم کرنا، تصنیف و تالیف، ترجمہ، اشاعت اور کتابوں کی تقسیم سے متعلق مسائل پر مذاکروں اور کارگاہوں کا اہتمام کرنا۔

ٹرسٹ اپنے اس مقصد کو آگے بڑھاتے ہوئے اچھا ادب پیش کرتا ہے اور اچھے ادب کی تخلیق کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ اس قسم کا ادب مناسب قیمتوں پر لوگوں کو فراہم کیا جائے۔